

مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملکیت" پر  
کتاب سنت اور اجماع امت کی روشنی میں اصولی تبصرہ!

# صحابہ کرام اور ان پر تنقید؟

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ رملت ان فون: 40501

ناشر:

صحابہ کرامؓ

اور

اُن پر تنقید؟

مولانا مودودی کی کتاب ”خلافت و ملکیت“ پر  
کتاب سنت اور اجماع امت کی روشنی میں اصولی تبصرہ

مع ضمیمہ

مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک مضمون کا بے لاگ جائزہ !

تحدید  
مولانا محمد عبداللہ صاحب  
احمدیہ پور شرقیہ

ادارۃ الیقات اشرفیہ

بیرون بوٹریگیٹ ۵ ملتان

نام کتاب \_\_\_\_\_ صحابہ کرام اور ان پر تنقید؟

مصنف \_\_\_\_\_ مولانا محمد عبداللہ صاحب

با اہتمام \_\_\_\_\_ محمد خالد خان

ناشر \_\_\_\_\_ ادارۃ تالیفات اشرفیہ بلقان

تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار

کتابت \_\_\_\_\_ عبد الشکور

طبع اول \_\_\_\_\_ ۱۳۹۰ھ

طبع ثانی \_\_\_\_\_ ۱۴۱۰ھ

طبع ثالث \_\_\_\_\_ ۱۴۱۴ھ

ملنے کے پتے

ادارۃ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ بلقان

بخاری اکیڈمی دار نبی ہاشم مہربان کالونی بلقان

مجلس احرار اسلام بنگلہ رڈ احمد پور شرقیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
حامداً و مصلیاً

قارئین کرام! یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے کم و بیش بائیس سال پہلے تصنیف ہوئی اور ۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔ علمی حلقوں میں اسکی پذیرائی توقع سے کہیں زیادہ ہوئی۔ مختلف علمی رسائل میں اس پر تبصرے بھی شائع ہوئے۔ نتیجتاً بہت تھوڑی مدت میں یہ کتاب بازار میں ختم ہو گئی۔ بہت سے احباب خود حضرت مصنف مدظلہ سے کتاب طلب کرتے رہے مگر ان کے پاس صرف ایک نسخہ رہ گیا تھا جس کے بارے میں وہ "لَا تُعَاوِدُ وَلَا تُبَاغِ" کہہ کر انہیں ٹال دیتے۔

طبع ثانی کے بارے میں حضرت مصنف مدظلہ کا خیال تھا کہ اس کتاب میں کچھ تو اپنوں کے مشوروں، کچھ دوسروں کے ناقدانہ تبصروں اور ائمہ افاضات کو مد نظر رکھ کر حسب ضرورت اضافہ کر لیا جائے گا۔ احباب کے مشورے بیشک موصول ہوئے مگر جو لوگ مولانا مودودیؒ کے ضرورت سے زیادہ قدردان اور ان کے علم سے نگلی ہوئی ہر بات کو "دجی خفی" کا درجہ دیتے ہیں انکی طرف سے کوئی ایسی تنقید سامنے نہیں آئی جو اضافہ یا ترمیم کا باعث بنی۔ ان لوگوں کا "علیٰ حدودہ اربعہ" اردو تراجم تک پہنچتا ہے۔ تاریخی کتابوں کو دیکھ کر وہ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے تو کچھ نہ کچھ رائے زنی کر لیتے ہیں جہاں تک حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں کتاب سنت اور عقائد اہلسنت کی روشنی میں اصولی موقف کا سوال ہے اس لحاظ سے انکی معلومات انکی نظریات کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں

پیش نظر کتاب میں تمام تراستدلال شرعی ماخذ یعنی کتاب سنت اور علم عقائد کی مستند کتب پر مبنی ہے۔ تاریخی زاویہ نگاہ سے نہ تو بحث کا دروازہ کھولا گیا ہے اور نہ کسی "جماعتی" یا "غیر جماعتی" کو لے دے کا موقع ملا۔ بہر حال اس قسم کی کوئی چیز سامنے نہ آنے کی وجہ سے اس کتاب میں کسی ترمیم کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

ایک طویل عرصہ تک اس کتاب کی طباعت (ثانی) چند وجوہ کی بنا پر تعطل کا شکار رہی میرے بار بار تقاضے پر حضرت مصنف مدظلہ یا تو خاموش ہو جاتے یا وقتی تقاضوں کا عذر پیش کرتے، ان



دوران میرے بعض مخلص احباب نے میری حوصلہ افزائی کی اور میں خود اس کتاب کی اشاعت پر کمر بستہ ہو گیا۔ یہاں اس امر کا اظہار کرنا مناسب ہو گا کہ نشر و اشاعت کے سلسلہ میں مجھے اس سے قبل کوئی تجربہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور میری مشکل آسان ہوئی۔ میرے مہربان بزرگ حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ مالک ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان نے پورا پورا تعاون فرمایا اور اس طرح یہ ناچیز کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے کے قابل ہو سکا۔

ماضی قریب میں پنجاب کے دارالحکومت سے ایک اور مصنف کا ظہور ہوا جس کی اٹھان خطرے سے خالی نہیں۔ انجام خدا جانے۔ ”دلعل اللہ يحدث بعد ذلک امر ا۔“

میری مراد جناب جاوید احمد الغامدی سے ہے۔ انکی کتاب ”میزان“ چند سال قبل مارکیٹ میں آئی ہے۔ اس کتاب کے ایک مضمون (جو دراصل غامدی صاحب کے استاذ مولوی امین احسن اصلاحی صاحب رحماتِ تلم کا نتیجہ ہے) میں ایک صحابیؓ اور ایک صحابیہؓ کے بارے میں دل کھول کر ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ ہمارے مولفانے اس سلسلہ میں ایک مختصر مقالہ تحریر فرمایا تھا جو ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان کے شمارہ ماہ ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۰۹ھ بمطابق نومبر، دسمبر ۱۹۸۸ء میں بعنوان ”قلبی بے راہ رومی کا ایک نمونہ“ دو قسطوں میں شائع ہوا۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ اس مقالہ کو بھی اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ غیر شامل کر دیا جائے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ ”بعض صحابہؓ“ کس طرح زورِ انشاء کے تحت جھیس بدل بدل کر نئی نسل کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈال رہا ہے۔

ہم گنہگار ربِ ذوالجلال کے حضور دستِ بدعا ہیں کہ وہ ہمیں حضراتِ صحابہ کرامؓ کی محبت پر زندہ رکھے اور اسی پر قائم ہو ——— آمین !

ابوعبدالرحمن محمد خالد (بارک ذی)

# تعارف

پیش نظر کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ رفتار زمانہ کے ساتھ دین میں جو کثرتِ بدعت ہوئی چلی آتی ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر تنقید کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ ہے۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے تک تیرہ صدیوں میں اہل سنت والجماعت میں اس مسئلے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ صحابہ کرام کا ذکر صحابی کے بغیر مکرر نہ کیا جائے لیکن حال ہی میں بعض نامور مصنفین نے صحابہؓ، حتیٰ کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر نقد و نظر اور محاسبہ و مباحثہ کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ مصر کے سید قطب نے اپنی تصنیف "الاعلامۃ الاجتماعیہ فی الاسلام" جس کا ترجمہ ہمارے ہاں "اسلام کا نظامِ عدل" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے کرتے ان کے خلیفہ راشد ہونے تک کا انکار کر دیا ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ ایک قاری یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ وہ بارگاہِ رسالت کے کوئی مقرب صحابی ہیں جنہیں سیفِ مہینہ اللہ کے عظیم لقب سے نوازا گیا تھا بلکہ معاذ اللہ ان کی شخصیت ایک عیاش اور عیارس جرنیل کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔

ہمارے ہاں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے قریب قریب سید موصوف ہی کے خیالات کا چرچہ اتار کر خلافت و ملوکیت کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس کے اب تک کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اہل سنت والجماعت کے عقائد کو اس سے زبردست ٹھیس لگی۔ اہل قلم نے اس کا محاسبہ شروع کیا۔ اس کے کئی جوابات اب تک مارکیٹ میں آچکے ہیں، لیکن ان میں سے بعض کتابیں ایسی، جو اپنے زورِ بیان اور قوتِ استدلال کے باوجود سنجیدہ حلقوں میں زیادہ مقبول نہیں ہو سکیں۔ پیش نظر کتاب ان نقائص سے خالی ہے جو دوسری کتابوں کی مقبولیت میں کمی کا باعث ہوئیں۔

یہ کتاب جیسا کہ فاضل مصنف نے خود ہی فرمایا ہے، خلافت و ملکیت کا کوئی مکمل جواب نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک اصول بحث ہے جس کے بعد صحابہ کرامؓ پر کئے جانے والے اعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں، اس کا اندازہ تحریر سادہ، مگر دلچسپ، مختصر، مگر جامع، زور دار، مگر سنجیدہ ہے۔ بالخصوص الصیغۃ عدول کے مسئلہ پر نہایت سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

وطن عزیز اس وقت جس منہج سادہ سے گزر رہا ہے، اس کے پیش نظر ممکن ہے کہ بعض دوستوں کو اس قسم کے مباحث میں پڑنے پر اعتراض ہو لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ سب سے زیادہ حالات کی نزاکت کا واسطہ دے کر دوسروں کو خاموش کرنے کی سعی فرماتے ہیں وہ خود خاموش نہیں ہوتے خود مابنام ترجمان القرآن کے اور اسی تک ان مباحث سے سیاہ ہو رہے ہیں۔

مشعل دارم زد انشعید مجاہد باز پرس  
توبہ منہ یایں چہا خود توبہ کترے کمند؟

علاوہ انہیں ہمارے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بھی ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں نقل فرمایا ہے۔ اُس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”جب بیعتیں اور فتنے نمودار ہوتے لیکن اگر میرے اصحاب کو مجرا بھلا کہا، جانے لگے تو اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اپنے صحیح علم کو پیش کریں اور جو عالم ایسا نہ کرے گا اس پر خدا اور تمام بندوں کی لعنت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ اس کا نیک عمل ملامت و صدقہ قبول نہ فرمائے گا“

اللہ کے کچھ بندے تو آخر اس کام کو سرانجام دینے والے ہوں تاکہ فرض کفایہ ادا ہو جائے بہر حال مصنف اور ناشر کی مساعی آپ کے سامنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شرف قبول بخشے۔

عبدالرشید ارشد

(آمین)



## فہرست مضامین

- تقریر لفظ
- ۱۔ درخواست بہ بارگاہِ ایزدی
- ۲۔ پیش لفظ
- ۳۔ مولانا مودودی کی کتاب کے چند
- ۴۔ اقتباسات
- ۵۔ ہماری گزارشات
- ۶۔ رسول اللہ کی خاطر آپ کے صحابہ کا پاس کیجئے
- ۷۔ صحابہ کو اپنی تحقیقات کا نشانہ بنا کر
- ۸۔ رسول اللہ کو دکھ نہ پہنچائیے۔
- ۹۔ صحابہ کے بارہ میں زبانِ اولیٰ کو قابو
- ۱۰۔ میں رکھئے۔
- ۱۱۔ صحابہ پر اعتراض کر کے اللہ کو ناراض
- ۱۲۔ نہ کیجئے۔
- ۱۳۔ مرسلے کے بعد عام مسلمانوں کی بھی بڑی کرنا
- ۱۴۔ ممنوع ہے چہ جائیکہ صحابہ
- ۱۵۔ آپ صحابہ پر بطورِ افرقیات نہیں ہیں اس
- ۱۶۔ لیے آپ ان کی غلطیاں نہ نکالتے
- ۱۷۔ رسول اللہ کو صحابہ کی شکایت نہ لگوارا
- ۱۸۔ نہیں ہیں یہ مشغہ بند کیجئے۔
- ۱۹۔ صحابہ پر اعتراضات کا دروازہ بند کیجئے
- ۲۰۔ صحابہ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں
- ۲۱۔ نفرت نہ پیدا کیجئے
- ۲۲۔ تاریخی حروفات کو کتاب و سنت پر
- ۲۳۔ ترجیح نہ دیجئے۔
- ۲۴۔ اپنا انداز بیان تبدیل کیجئے
- ۲۵۔ اپنا اندازِ فکر تبدیل کیجئے۔
- ۲۶۔ مولانا مودودی کے بارہ میں ایک اندیشہ
- ۲۷۔ مولانا کے بعض نظریات حدیث کے
- ۲۸۔ ٹکراتے ہیں۔
- ۲۹۔ ا۔ کیا حضرت عثمان کی پالیسی غلط تھی
- ۳۰۔ ب۔ کیا حضرت عثمان نے ناجائز اقرار
- ۳۱۔ نوازی کی؟



- ۵۔ مولانا کی سن سترائیاں اور ان کا جواب ۵
- ۶۔ صحابہؓ کی نغز شوں کے بارے میں دین کا مطالبہ ۶۳
- ۷۔ سیدنا معاویہؓ پر الزام کی غلطی ۱۰
- ۸۔ مولانا کی پچھ علمی غلطیاں ۱۴
- ۹۔ سنگ دلی کی انتہا ۶۳
- ۱۰۔ خیالات کا طرز معجون ۶۶
- ۱۱۔ مولانا مودودی کے لیے لمحہ نگر یہ ۱۵
- ۱۲۔ ایک درس عبرت ۱۱۶
- ۱۳۔ الصباۃ کلمہ عدول کی بحث علم امت ۷۱
- ۱۴۔ ایک عام اعتراض اور اس کا جواب ۱۱۸
- ۱۵۔ مولانا مودودی کا ایک مخالف اور ۸۱
- ۱۶۔ اس کا جواب ۱۲۹
- ۱۷۔ گرتو برا نہ مانے ۱۲۹
- ۱۸۔ خلافت راشدہ کی ایک امتیازی خصوصیت ۸۹
- ۱۹۔ آخری التماس ۱۳۴
- ۲۰۔ مولانا کا عجیب و غریب علمی تفکر ۹۱
- ۲۱۔ مآخذ کتاب ہذا ۱۵۸
- ۲۲۔ ضمیمہ ۱۳۴
- ۲۳۔ نقلی بے راہ روی کا ایک نمونہ صفحہ ۱۵۹ تا آخر

# تقریظ

از علامۃ الزمان حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب انصاری  
دامت برکاتہم شیخ التفسیر، جامعۃ اسلامیہ بہاولپور

صحایہ کرام اور ان پر تنقید؟

تالیف: مولانا محمد عبد اللہ صاحب الحمد پور شریف

یہ کتاب مولانا مودودی صاحب کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ پر تبصرہ ہے۔

یہ تبصرہ مدلل ہے اور موجودہ حالات میں اس کی شدید ضرورت تھی۔

دین خدا دینی اور اہل دین کے درمیان سلسلہ ابلاغ دین بنیادی واسطے دو ہیں ایک ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا آپ کے شاگردان مقبول عند اللہ جن پر رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا حکم الہی قرآنی ساہم ہے۔ ان دو واسطوں میں سے اگر ایک واسطہ سے بھی عقیدت اور اعتماد میں فرق آگیا تو استحکام دین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وقت جب کہ مغربی الحاد کے سیلاب اور مستشرقین یورپ کی تالیفات اور مغربی طرز عمل سے اسلامی ذہنیت کافی قزقل ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے دل و دماغ پر اسلامی عقائد کی گرفت پہلے سے کمزور ہو چکی ہے اور یہی کمزوری یورپ کی تصنیفی مساعی اور تعلیمی مقاصد کا اصلی نصب العین ہے، تو ان حالات میں مجھے بے حد تعجب ہے کہ مولانا مودودی صاحب، جو دور حاضر میں اسلام کی

سر بلندی کے مدعی میں نے کس غرض کے تحت اہتمام کے ساتھ مشکوک ذخائر تاریخ میں سے متفرق ضمنی امور کو صحیح یا ضعیف روایات میں سے چن چن کر اپنے زورِ قلم سے یک جا کر کے مرتب شکل میں اور ایک تحریک کارنگ دے کر کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور کیا وہ غرض اتنی اہم تھی کہ اُن معجزات و بیہ کو برداشت کر لیا گیا جو اس کتاب کی اشاعت کا لازمی نتیجہ ہیں؟ کیا اس کتاب سے فقہ الحاد و انتشار و تشیع کو تقویت نہیں ہوئی؟ اور یورپی نصیب العین کی تکمیل کا سامان فراہم نہیں ہوا؟ — اور کیا خداوند تعالیٰ کو آپ کے بیان کردہ یعقوب صاحب غیر قلم تھی کہ رضی اللہ عنہم و رضوۃ است فرما کر بلند ترین مغفرت، رضا الہی ان کو عطا کیا تھا؟ یہی راز ہے کہ ملت صالحین نے مشاجرات صحابہؓ میں کھٹ لسان کی تاکید اکیدم نہائی۔

بہر حال اب اس تبصرہ سے اُن معجزات و بیہ کا مکمل تدارک تو مشکل ہے جو اصل کتاب کی اشاعت سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن اگر مسلمانوں نے حسبِ دین کے جذبے کے تحت اس تبصرہ کی اشاعت میں اعانت فرمائی تو ایک حذنب کا بیانی کی امید ہے۔

اللہ مولیت کو اجر دے اور اس خدمت کو قبول فرمائے۔

۱۱ ریشوال ۱۳۵۷ھ

(دستخط حضرت مولانا شمس الحق افغانی (رحمۃ اللہ علیہ)

جامعہ اسلامیہ بہاول پور



## درخواست بہ بارگاہِ ایزدی

● سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

دو دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و اماد اور خلفاء راشدین میں سے ہیں۔

ایک سرکار کے رفیقِ جنت اور دوسرے دنیا و آخرت میں حضور کے بھائی ہیں۔

● سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور عشرہ مبشرہ

میں سے ہیں۔

● سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور عشرہ مبشرہ

میں سے ہیں۔ اور دونوں بہشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سائے ہیں۔

● سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اہم المؤمنین اور أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

● سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ جانی، کاتبِ وحی

اور حضور کی دعا کے مطابق ہادی اور منہدی ہیں۔

زمانہ کی ابتداء طبع دیکھئے کہ تاریخی رسیبِ ترج کے نام پر ایسی ایسی مقدس شخصیتوں کو بدعت

مطاعن بنایا جاتا ہے اور بابر لوگ ایسے "شائبکاروں" کو پڑھ پڑھ کر سر دھتے ہیں۔

ع تقویٰ بر تو اسے پھر رخ گرداں تقویٰ

فلک ناہنچار سے کیا شکوہ، کہ اس کی مشقِ ستم گری کے نمونے اس سے بڑھ کر موجود ہیں



وَعَالِ اللّٰہِ کی ذات سے پہنچے کر یا رانِ رسولؐ کے اس بے بیضاعت غلام کی یہ حقیر سی خدمت  
اس کی بارگاہ میں شرفِ پذیرائی حاصل کر لے تو اس کتاب کو پڑھنے والوں کے لئے ذریعہ ہدایت  
بنائے اور اس کا اجر اُن مقدس نفوسِ مطہّٰتہ تک پہنچا دے۔

ع مگر قبولِ افتد زہے عز و شرف

۱ تاخیر مصنف



www.jimmpak.tk

## پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد

والصالحين

یہ بات کسی سے دھکی پھٹی نہیں ہے کہ ہمارا معاشرہ خدا ترسی، انابت الی اللہ اور فکر آخرت کے لحاظ سے روز بروز گرتا جا رہا ہے۔ وہ یا خدا انسان جن کی مصاحبت اور ہم نشینی سے ایمان کو تازگی ملتی تھی، ان کے صفت چند نمونے باقی رہ گئے ہیں۔ شاعر مشرق کا کافور کاظم یازن اللہ جو کہہ سکتے تھے، وہ رخصت ہوئے۔ آج ہمارے ماحول سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اس دور کے ایک بلند پایہ عالم ولانا مناظر احسن گیلانی نے موجودہ تمدن کے لئے بڑا ہی موزوں اور بالکل صحیح لفظ ایجاد فرمایا ہے ”خدا بیزار تمدن“

ایک طرف دین کے بارے میں بے حسی اور مذہب سے بے نیازی کا یہ عالم ہے، دوسری طرف آئے دن ”تاریخی ریسرچ“ اور ”بے لاگ تجزیہ“ کے حیرت انگیز کارنامے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں چند سال قبل کراچی سے ایک صاحب محمود احمد عباسی کی دو دقیقہ زرا کتابیں ”خلافت معاویہ و مزید اور تحقیق مزید“ مارکیٹ میں آئی تھیں جن میں مصنف نے ”اہل بیت دشمنی“ کا حق ادا کر دیا۔

لے آخر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ اور سیدنا حضرت حسین

حال میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تازہ تصنیف ”خلافت و ملکیت“ بڑی رعنائیوں اور دلقریبیوں کے ساتھ منصفانہ شہرہ پرائی ہے۔ مولانا کی وسعت نظر اور انشا پر داری میں انہیں جو کمال حاصل ہے، اس کا ہمیں اعتراف ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی اس کتاب کے بارے میں ہماری قطعی اور حتمی رائے یہ ہے کہ یہ کتاب سوختی ہے خزانہ فیہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”وَلَا تَقْرَأُوا لِقَاءَ الْعَالِمِ“، تم عالم کی تعریف سے بچ کر رہو۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب بھی آپ مجلس وعظ مستفاد فرماتے تو چند نصاب بالالتزام فرماتے تھے جن میں ایک جلد یہ ہے: ”وَأَحْذَرُوا تَرْجُحَ الْمُحْكِمِ“، میں ہمیں عالم کی غلطی سے ڈراتا ہوں۔

امام غزالیؒ نے حضرت معاذؓ سے کچھ مزید الفاظ نقل فرمائے ہیں: ”وَمَنْ غَلَىٰ عَالَمٌ غَلَىٰ سَبْعَ كَبُورٍ كَمَا خَلَقَ كَسْرَ ذِيكَ اسَ كُوْبَرِي عَزَّتْ هُوَتِي بَعْدَ تَرَجُحِ عَالَمِي مِثْلِي اسَ كَاتِبَاعِ كَسْرَ لَگتے ہیں،“ احیاء العلوم ص ۶۴ ج ۱

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”جب ایک عالم غلطی کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایک عالم غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے“

بقیہ صفحہ ۷

رضی اللہ عنہ کی صحابیت تک سے انکار اور مقابلہ بڑی کوششیں کر چکے تھے اسے مٹی مذہب کو کوشش کو اور کن الفاظ سے تعبیر کیا جائے؟ مدیر ہے کہ مصنف نے درود شریف میں سے آل کا لفظ خارج کر دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اہل بیت کے ساتھ نفیض اور کیا ہوگا؟

۲۷۶ ج ۲

۱۷ جامع صغیر ص ۹ ج ۱

مشہور ہے کہ بڑوں کی غلطیاں بھی بڑی ہوتی ہیں چنانچہ کتاب خلافت و ملوکیت کے جو نتائج دیابت تک سامنے آئے ہیں یا آئندہ آئیں گے وہ ظاہر ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ کہ مولانا کے پیروکاروں نے اب اس کتاب کی حمایت و تائید کو اپنا جامعی مسئلہ بنالیا ہے۔ جو اندر میں آئے ہوئے مضامین اور ویڈیو اتنی کثرت سے تقسیم کئے گئے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی ایک فصل الگ آئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہی الفاظ مولانا نے اپنے مخالفین کے مقلدوں — اور مفسدین کے لئے استعمال کئے تھے اے لَا يَحْيِيَنَّ اللَّهُ الْمُجْرِمِينَ بِالتَّوْبَةِ مِنَ الْقَوْلِ الْآخَرِ حَلِيم۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ کتاب مذکور کا نقصان اس کے نفع سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اگر آپ شہم بنیا اور عقل رسا رکھتے ہیں تو یقیناً دیانتدارانہ غور و فکر کے بعد آپ ان خطرناک نتائج تک پہنچ سکیں گے۔

مولانا سے ہماری نہایت ہی نفسانہ درخواست ہے کہ خدا را وہ اپنے خیالات پر تفرقہ افغانی فرمائیں۔ ملت اسلامیہ پہلے سے صفراوی امراض کا شکار ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے کے رجحانات روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ پھر اسے عقلمندی کی بجائے گڑ اور شرک کا استعمال کرایا جا رہا ہے۔ خیال ہے اگر مولانا قوم کی متبع پر ہاتھ رکھ کر بیماری کی تشخیص فرماتے تو یقیناً تریاق کی بجائے اسے کچھلنا دے دیتے۔ مولانا کا مقام ہر لحاظ سے بلند ہے۔ ان کے متباد میں راقم السطور کو چھوٹا ہونے کا اعتراف ہے لیکن اگر ازراہ غور و تلاوی وہ آئندہ



معروضات پر قلب سلیم کے ساتھ غور فرمائیں گے تو عجب نہیں کہ بمصدق ففہمتنا ہا  
 سلیفان ہماری یہ گزارشات خود ان کے لئے بھی مفید ثابت ہوں  
 ع اگرچہ خودیم نیتیت بزرگ

آئندہ اوراق کیا ہیں؟ کتاب پر کوئی مفصل تبصرہ یا تاریخی واقعات پر تنقید نہیں ہے  
 بلکہ چند اصولی باتیں ہیں جن کا قرن اول کی تاریخ پر پڑھتے وقت سامنے رکھنا ضروری ہے۔  
 ہم نے ان معروضات میں اپنا لب و لہجہ حتی الامکان نرم اور نیازمندانہ رکھا لیکن بے ساختہ اگر  
 کہیں ذرا سنی تلخی پیدا ہو گئی ہے تو اس کا باعث فقط صحابہ کرام کی محبت ہے۔ اس لئے توقع  
 ہے کہ میں معذور سمجھا جائے گا۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔



www.jinnipoint.tk

# مولانا مودودی کی تصنیف

## ”خلافت و لوکیٹ کے چند اقتباسات“

۱۔ ”لیکن ان (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین

ہوئے تو رفتہ رفتہ اس پالیسی (شیخین کی پالیسی) سے تبتے چلے گئے“ ص ۱۰۶

۲۔ ”حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے۔ خواہ

کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ خواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا

نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو

غلطی نہ مانا جائے“ ص ۱۱۶

۳۔ ”حضرت علیؓ نے پورے فتنے کو برہانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک

فلیفہ راشد کے شایانِ شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ہے جس کی مدافعت میں مشکل

ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ جنگِ جمل کے بعد انہوں نے تاہلین عثمانؓ

کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ . . . . حضرت علیؓ کے پورے زمانہ خلافت

میں ہم کو صرف ایک ہی کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا چارہ نہیں“ ص ۱۳۱

۴۔ ”حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ جسے رے کر و طح سے دو فریق اٹھ کھڑے

ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور دوسری طرف حضرت

معاویہؓ — ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالتِ قدر کا احترام ملحوظ

رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چارہ تہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی ..... پہلے فریق نے غیر آئینی طریق کار اختیار کیا جسے شریعت الہی تو درکنار دنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے بھی ایک جائز کارروائی نہیں مانا جاسکتا۔ اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق کا یعنی حضرت معاویہؓ کا تھا..... انہوں نے ٹھیکہ جابیتِ قدیمہ کے طریقہ پر عمل کیا۔“ ص ۱۲۴ تا ۱۲۶ (مختصاً)

۵۔ ”بلاشبہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحترام ہیں اور براہِ ظلم کرنا ہے وہ شخص جو ان کی کسی غلطی کی وجہ سے ان کی ساری خدمات پر پانی بھیر دیتا ہے اور ان کے مرتبے کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آتا ہے۔ مگر یہ بھی کچھ کم زیادتی نہیں ہے کہ اگر ان سے کسی نے کوئی غلط کام کیا ہو تو ہم شخصِ صحابیت کی رعایت سے اس کو ”اجتہاد“ قرار دینے کی کوشش کریں..... کوئی غلط کام شخصِ شریف صحابیت کی وجہ سے شرف نہیں ہو جاتا۔ بلکہ صحابی کے مرتبہ بلند کی وجہ سے وہ غلطی اور نمایاں ہو جاتی ہے۔“ ص ۱۴۳

۶۔ ”حضرت معاویہؓ کے محمد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔ ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے لیکن ان کے غلط کام کو غلط کہنا ہی ہو گا۔“ ص ۱۵۳

۷۔ ”دورِ ملکیت کے آغاز ہی سے بادشاہِ قسم کے خلفاء نے قبضہ و کسریٰ کا سہا

طرز زندگی اختیار کر لیا..... اس تبدیلی کی ابتدا حضرت معاویہؓ کے زمانہ

میں ہو چکی تھی۔ بعد میں برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔“ ص ۱۶۰ و ۱۶۱

۸۔ ”جب ملکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد، اپنی سیاسی اغراض،

اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقا کے معاملہ میں شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی

کو توڑ ڈالنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو بھانڈ جاتے میں تامل نہ کیا.....

یہ بالسی حضرت معاویہؓ کے عہد ہی سے شروع ہو چکی تھی“ ص ۱۷۳

۹۔ ”مجھے اس بات کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جن کو میں بزرگ مانتا ہوں

ان کی کسل کھلی غلطی کا انکار کروں، بہت پوت کر کے ان کو چھپاؤں یا غیر معقول تاویلیں کر

کے ان کو صحیح ثابت کروں۔“ ص ۳۰۷

۱۰۔ ”خدا کی شریعت بے لاگ ہے۔ اس میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ کسی کے مرتبے کا لحاظ

کر کے ہم غلط کو صحیح بنانے کی کوشش کریں۔“ ص ۳۴۲

۱۱۔ ”جن حضرات نے بھی قائلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کے لئے خلیفہ وقت کے خلاف

توڑا اٹھائی ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے بھی درست نہ تھا اور تدبیر کے اعتبار

سے بھی غلط تھا۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہے کہ انہوں نے یہ غلط نیک نیتی

کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی تھی۔ مگر میں اسے محض غلط سمجھتا

ہوں۔ اس کو ”اجتہادی غلطی“ ماننے میں مجھے سخت تامل ہے۔“ ص ۳۴۳

ہم نے بطور مشتمل نمونہ از خردارے چند اقتباسات نقل کر دیئے ہیں۔ اب کچھ

ہماری بھی سنتے



# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنے کے صحابہ کا پاس کیجئے

حضرت ابو الدرداء انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ابو بکرؓ آئے۔ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے بھی کل رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے ساتھی کو کوئی بات پیش آگئی ہے۔ ہر حال انہوں نے سلام کیا اور کہا کہ میرے اور عمر بن خطابؓ کے درمیان کوئی بات ہو گئی۔ مجھ سے جلد بازی ہوئی جس پر بعد میں مجھے ندامت ہوئی اور میں نے ان سے معافی مانگی۔ تو انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے ابو بکرؓ! اللہ تجھے معاف کرے۔ ادھر حضرت عمرؓ کو بھی بعد میں احساس ہوا تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے اور پوچھا کہ: ابو بکرؓ یہاں ہیں۔ گھر والوں نے کہا: نہیں۔ تو وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔ (انہیں دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کا رنگ بدلتے لگا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکرؓ ڈر گئے۔ وہ دوڑا تو ہر کر بیٹھ گئے۔ اور دو دفعہ کہا یا رسول اللہ! بخدا مجھ ہی سے زیادتی ہوئی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احقرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تو تم نے کہا ”تم جھوٹ بولتے ہو“ ابو بکرؓ نے کہا۔ ”سچ کہتے ہیں“ اور اپنی جان اور مال

سے میری ہمدردی کی۔ کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے؟ اس کے بعد کبھی انہیں کسی نے دکھ نہ دیا۔ (اصحیح بخاری ص ۵۱۶ ج ۱)

اس روایت میں غور کیجئے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر فاروق اعظمؓ کے خلاف کوئی استغاثہ دائر نہیں کیا بلکہ اپنا قصور وار ہونا تسلیم کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا تو قسم کھا کر وہی بات دہرائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی طرف سے صفائی نہیں فرمائی بلکہ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمادی اور صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ میرے ساتھ ان کا جو تعلق ہے اور میری خاطر انہوں نے جو جانی و مالی خدمات سرانجام دی ہیں اُس کے پیش نظر، کوئی ایسی وہی بات ان سے ہو جائے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے اور انہیں پریشان نہ کرنا کیا جائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا تو ایک مقام بھی ہے کہ وہ اول ہیں اور یہ دوم۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر رنج پہنچا۔ لیکن کچھا خفا راشتدین اور کبار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور کچھا مولانا مودودی؟ —  
 ذرے کو آفتاب سے اور قطرے کو دریا سے کیا نسبت ہے؟ — اگر بخاری کی یہ روایت دین ہے، اور یقیناً ہے، تو کیا مولانا مودودی سے دین کا مطالبہ نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ کے صحابہ کو چھوڑ دیں؟ —  
 فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ؟

۷۔ ابھی سے سوچ لو اگر نہ حشر کے دن

میرے سوال کا تم سے جواب ہو کہ نہ ہو

# صحابہ کو اپنی تحقیقات کا نشانہ بنا کر رسول اللہ کو دکھ نہ پہنچائیے ورنہ تو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي ، اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي ، لَا تَتَّخِذْوهُمْ عَرَضًا

مَنْ يَتَّخِذْهُمُ قَلْبِي أَحِبَّهُمْ وَ مَنْ الْبُغْضَ لَهُمْ نَفْسِي

الْبُغْضَ لَهُمْ - وَمَنْ لَا يَأْتِيهِمْ فَتَدْرِكْهُ ، وَمَنْ لَا يَأْتِي فَتَدْرِكْهُ

اللَّهُ ، وَمَنْ لَا يَأْتِي اللَّهَ فَيُؤْتِكُ أَنْ يَأْتِيَهُ -

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴ بحوالہ ترمذی)

اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارہ میں - اللہ سے ڈرو میرے

اصحاب کے بارہ میں - میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنا لینا - جو ان سے

محبت رکھے گا تو میرے ساتھ محبت کی وجہ سے انہیں محبوب رکھے

گا اور جو ان سے بُغض رکھے گا تو میرے ساتھ بُغض کی وجہ سے اُن

سے بُغض رکھتا ہوگا - جس نے انہیں دکھ پہنچایا، اس نے مجھے دکھ دیا

اور جس نے مجھے دکھ دیا تو اس نے اللہ کو دکھ دیا - اور جس نے اللہ

کو دکھ دیا تو قریب ہے کہ اللہ اُس پر گرفت کرے -

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تاکید کے ساتھ تحذیری انداز میں فرماتے

میرے صاحب  
کو نشانہ  
نہ بنانا



ہیں کہ میرے بعد میرے صحابہؓ کو نشانہ نہ بنانا۔ بصورتِ دیگر، لازمی نتیجہ اللہ کی گرفت میں آنا ہوگا۔ انصاف سے کہنے کے ساتھ کہے کہ وہاں میں میں بینک نکال کر اُن کی غلط کاریوں کا جو موقع ”بے لاگ تاریخی تجزیہ“ کے نام سے پیش کیا گیا ہے کیا یہ حکمِ نبویؐ کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا محبت کے تقاضے اس قسم کی کھود کرید کو برداشت کرتے ہیں۔

ۛ

ۛ

چُپچی ہے لگا ہوں سے، پرستی ہے اداؤں سے

محبت، کون کتنا ہے کہ پھپھاتی نہیں جاتی

خدا نے واحد گواہ ہے کہ ہم پورے غلوں اور انتہائی ہمدردانہ جذبات کے ماتحت

مولانا مودودی کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات پر نظر ثانی فرمائیں۔

ورنہ تو انتظار فرمائیں، مکاناتِ عمل کا وقت بہت قریب ہے۔

ۛ بس تجربہ کر دیں کب مکانات

باد و کشاں ہر کہ در اوست و بر افتاد



# صحابہ کرامؓ کے بارے میں زبان اور قلم پر کنٹرول کیجئے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

إِنْ أَذْكَرَ أَصْحَابِي فَمَا سَكُوا (جامع صغیر ص ۲۹)

جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو تم اپنی زبانوں کو روک لو  
کتنا واضح فرمان ہے ؟ کوئی ایچ بیچ کی بات نہیں اور ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ایک  
طرف تو مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

”رسول انسانی زندگی میں خدا کی قانونی حاکمیت کا نمائندہ ہے اور اس بنا پر  
اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ رسول کے  
امرو نہی اور اس کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کیا جائے، حتیٰ کہ ان پر دل میں  
بھی ناگواری پیدا نہ ہو، ورنہ ایمان کی خیر نہیں ہے۔“

خلافت و ملوکیت ص ۳۰

دوسری طرف حضرات صحابہؓ کے بارے میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و  
نہی کی صریح مخالفت کرتے ہیں۔ قول و فعل کا یہ تضاد کیوں ہے ؟

# صحابہ پر اعتراض کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کیجئے

صلح حدیبیہ کے بعد کسی ضرورت سے حضرت ابو سفیانؓ، جب کہ آپ ابھی مشرقت باسلام نہیں ہوئے تھے، قریش مکہ کے سفیر کی حیثیت سے مدینہ متوڑہ آئے، ایک موقع پر وہ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت صہیب رضیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ کے سامنے آئے تو انہوں نے کہا: ”اللہ کی تلواریں تے ابھی تک دشمن خدا کی گردن میں اپنی جگہ نہیں لی۔ یعنی التوس کر ابھی تک یہ زندہ ہیں“ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ابو سفیانؓ کی دل جوئی اور حق امان کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا: ”کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق یہ بات کہتے ہو؟“ (اس طرح کی دل جوئی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض مشرک سردارانِ قبائل کی فرمایا کرتے تھے) اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو یہ واقعہ آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: — ”ابو بکرؓ! شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے تو اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے“ — بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابو بکرؓ! تم اس کی تلافی کرو — چنانچہ حضرت ابو بکرؓ ان صحابہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا: ”کیوں بھائیو! تمہیں مجھ سے رنج پہنچا ہے؟“ انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا: ”نہیں بھائی! اللہ آپ کو معاف کرے“

(مسلم شریف مع شرح نووی ص ۳۰ ج ۲ واشتقاق المعانی ص ۱۴ ج ۴)

اس واقعہ کو پڑھئے اور کوئی ٹوٹنے والا دل لے کر پڑھئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ ،  
 حضرت مصیب رومیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ فقرائے مسلمان ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اور  
 اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی کیا قدر و منزلت ہے کہ امت محمدیہ کے  
 سرخیل اور سید الطائفہ انہیں صرف ایک بات پر ٹوک دیتے ہیں۔ کوئی مار پیانی نہیں، کوئی  
 گالی گلوٹی نہیں۔ جتنی کہ لب و لہج بھی درشت نہیں۔ لیکن سادہ لفظوں میں کہی ہوئی بات سے  
 بھی ان حضرات کو رنج پہنچنے کا اندیشہ گذرنا تو بارگاہ رسالت سے انہیں حکم ہوا کہ اس کی تلافی  
 کرو۔ لیکن آج اگر سرچ کرتے دلہائے اہل قلم حضرت عثمانؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے  
 پاکباز اور مقدس السانوں کے حقوقِ ادب و احترام کو بالائے طاق رکھ کر انہیں غلط کار اور  
 قصور دار ٹھہراتے ہیں۔ خدا اسفندہ !

ع چراغِ مردہ کہا و شمعِ آفتاب کہا

فرض کیجئے اگر آج عالم دنیا میں ایک عدالت ایسی قائم ہو جائے کہ احکامِ الحاکمین خود  
 کسی عدالت کو رونق بخشیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ، مولانا مودودی کے خلاف  
 ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کریں تو کیا مولانا مدعا علیہ بننے کی تاب رکھتے ہیں ؟ فَهَقَّ  
 مِنْ مَدَّعٍ۔

ضرورت سے زیادہ احساسِ برتری اور بُرائی کا جھوٹا پندار انسان کے لئے قبولِ حق سے  
 مانع بنتا ہے لیکن قرآنِ مجید نے صریحاً کہا کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے بعد پوری انسانی کائنات  
 کے سردار اور برگزیدہ ہیں مگر ضعیفوں اور ناتواانوں سے معافی چاہتے ہیں ذرا بھی تامل نہ فرمائیگا  
 اُن کے نام لیرا، اُن کے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہیں۔ ؟



# مرنے کے بعد عام مسلمانوں کی بُرائی کرنا ممنوع ہے چہ جائیکہ صحابہؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنْتُمْ كَوْنُكُمْ مَوَاتِكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيئِهِمْ

(البورق ۲۰ و مترومنی)

اپنے مُردوں کی خرابیاں بیان کر دو، اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو۔

یہ ایک عام حکم ہے جو تمام مسلمانوں کے بارے میں دیا گیا ہے۔ اس کی ایک علت یہ ہے کہ ایک شخص کی عملی کوتاہیاں بیان کرنا گویا اس پر چارج شدہ نکتہ ہے جس کی صفائی اگر وہ پیش نہ کر سکے تو اس کی شہرت یقیناً خراب ہو جائے گی اور اس کی حیثیت عمرنی داغ دار ہو جائے گی۔ مرجانے کے بعد چونکہ ایک آدمی کے لئے صفائی پیش کرنے سے امکانات ختم ہو جاتے ہیں تو اب اُس کی غلطیاں گونا گونا خواہ مخواہ اُسے بدنام کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ اور بجائے خود یہی بات اعتدالی لحاظ سے نہایت قبیح اور مذموم ہے۔ علامہ طبری شارح مشکوٰۃ نے ایک اور لطیف بات کہی ہے :

اگر نیک لوگ مُردگان کی نیکیوں یا برائیوں کا ذکر کریں تو اس کا اثر مُردوں پر پڑتا ہے، (کیونکہ بروئے حدیث ائمتہ شہداء اللہ



دوسرا  
نوع

فی الارض، معتبر لوگ اگر مردے کے نیک ہونے کی گواہی دیں گے، تو  
عند اللہ وہ اجر کا مستحق ہوگا اور اس کی برائی کریں گے تو عادل گواہوں کے  
بیانات سے اس کا مجرم ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے اُس سے باز پرس ہو  
گی۔ ۱۲ مفسف، اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائیں اور انہیں  
نقصان نہ دیں بلکہ آدمی اگر ایسا کام کرے تو اُس کا نفع نقصان اُس کو پہنچتا ہے۔  
لہذا انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ صاحبین کے تذکرے سے اپنے آپ کو  
نفع پہنچائیں اور ایسی کوئی بات نہ کریں جو اُن کے لئے نقصان کا باعث ہو۔  
اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذہن میں رکھئے اور مولانا مودودی  
کی کتاب کے اقتباسات پڑھ کر دیکھئے کیا مولانا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی  
خلافت ورزی تو نہیں کی؟

لے اس لئے کہ صاحبین کے تذکرہ کرنے سے اس پر رحمت کا ظہور ہوگا اور بدکاروں  
کا ذکر کرنے سے قہر الہی جوش میں آئے گا اور خود بیان کرتے والے سے پوچھا جاسکتا ہے، کہ  
دوسروں کا شکوہ کرتے ہو تمہارا اپنا کیا حال ہے؟ ۱۲ مفسف



# آپ صحابہ پر بطور افسر تعینات نہیں ہیں اس لئے آپ انکی غلطیاں نہ نکالے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لَا تَنْظُرُوا فِي كُتُوبِ النَّاسِ كَأَنَّكُمْ أَنْبَاءٌ وَانْظُرُوا فِي

ذُنُوبِكُمْ كَأَنَّكُمْ مَيِّتٌ (جمع العزائد ص ۲۴۸ ج ۲)

تم لوگوں کی غلطیوں پر اس طرح نظر نہ کرو کہ گویا تم آتما ہو، اور اپنے گناہوں پر اس تصور سے غور کرو کہ گویا تم غلام ہو۔

مولانا مودودی جب بھی کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو اپنا موضوع بناتے ہیں تو ناممکن ہے کہ وہ اس کی چند ایک غلطیاں نہ پکڑ لیں۔ مندرجہ بالا اقتباسات تو آپ کے سامنے ہیں ہی۔ اس کے علاوہ خصوصیت سے آپ کتاب کا پورا باب پنجم پڑھ جائیے اور پھر رائے قائم کیجیے کہ مولانا نے سیدنا حضرت معاویہؓ پر مطاعن اور اعتراضات کی جو بوجھاڑ کی ہے کیا مولانا کو اس کا حق حاصل ہے۔ کہیں وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے۔ ؟

عذر اے چہرہ دوستان، محنت میں فطرت کی تفسیریں

# رسول اللہ کو صحابہ کی شکایت سنا گوارا نہیں ہے۔ یہ مشغلہ بند کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا يَمْلِكُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَاتَى أَحَبُّ نَاسٍ

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَأَبُو سَلِيمٍ الصَّدْرُ -

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۴ بحوالہ ابی داؤد)

میرا کوئی صحابی کسی کے بارہ میں کوئی مافوق گوارا بات نہ پہنچائے کیونکہ

میں یہی چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔

علمائے امت کہتے ہیں کہ اب بھی امت کے اعمال عالم برزخ میں رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا کرتے ہیں اور بعض روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حشر

کے روز تو ہر حال ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوگا جب کہ رسول مقبول

مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور اُس وقت مولانا مودودیؒ کی ”خلافت و ملوکیت“ کے نام

سے ’تصادیرِ جہان‘ کا الہم لے کر پیش ہوں گے تو آنجناب کی طرف سے انہیں کیا منت مرحمت ہوگا

یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ وَ لَنَنْظُرَنَّ نَفْسًا مَّا قَدَّمَتْ يَدًا۔



## صحابہ پر اعتراضات کا دواڑہ بند کیجئے

مولانا مودودی، آیت کریمہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا کے تحت فرماتے ہیں،

”یہ نہیں فرمایا کہ ان حدوں سے تجاوز نہ کرنا، بلکہ یہ فرمایا کہ ان کے قریب نہ بھٹکنا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام سے معصیت کی حد شروع ہوتی ہے عین اسی مقام کے آخری کناروں پر گھومتے رہنا آدمی کے لیے خطرناک ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ آدمی سرحد سے دور ہی رہے تاکہ بھولے سے بھی قدم اس کے پار نہ چلا جائے یہی مفسمون اس حدیث میں بیان ہوا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَنْ يَمْلِكَ خَبِيْثٌ اَنْ يَّحْمِيَ اللّٰهَ مَحَارِمَہٗ فَمَنْ رَّتَعَ حَوْلَ الْحِمٰی، يَرْثُ اَنْ يَّقَعُ فِيْہِ.....“

افسوس ہے کہ بہت سے لوگ جو شریعت کی روح سے ناواقف ہیں، ہمیشہ اجازت کی آخری حدوں تک ہی جانے پر اصرار کرتے ہیں اور بہت سے علماء و مشائخ بھی اسی مرض کے لیے سندیں ڈھونڈ کر ہواز کی آخری حدیں انہیں بتایا کرتے ہیں تاکہ وہ اس باریک خطراتیاز پر ہی گھومتے رہیں، جہاں اطاعت اور معصیت کے درمیان محض بال برابرنا سلسلہ رہ جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بکثرت لوگ معصیت اور معصیت سے بھی بڑھ کر ضلالت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔“

تفہیم القرآن ۱/۱۶۱



اس اقتباس کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب کے باب چہارم اور پنجم میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے مطعن اور اعتراضات کی اس یورش کے باوجود وہ قارئین سے یہ امید کیں کہ پھر بھی وہ صحابہؓ کے احترام کا حق ادا کریں گے اور ملت اسلامیہ کے اولین معلم اور حاملین دین جو دراصل کُتْمُ خَنْبَرِ اُمّتِہ کے مخاطب ہیں، نگاہوں میں ان کی وقعت کم نہ ہوگی۔ بلاشبہ یہ مرجع کا بیج ڈال کر گئے کارس حاصل کرنے کے ہم معنی ہے۔

درمیانِ قصرِ دریا تختہ بندم کردہ  
باز سیکوئی کہ دامنِ ترمن ہُشیار باش

بڑا ہی تعجب ہے کہ مولانا جیسا ذہین و فطین آدمی قوم کی نفسیات کو نہیں سمجھ سکتا۔ مولانا کی علمی قابلیت اور کارناموں کو دیکھ کر ان کی اس تلخ نوائی کو سادہ فوجی پر محمول کریں، یہ قطعاً غلط ہوگا۔ اب کیا سمجھیں کچھ آپ ہی ارشاد فرمائیے۔ ہم تو کامل اذعان اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا کی ان تحریروں کا نہایت ناخوشگوار اثر قوم پر پڑ چکا ہے اور ابھی آگے آگے دیکھے ہوئے ہیں کہ کیا؟ اگر برائی کا دور وازہ بند کرنا دین کا کل مسئلہ ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ مولانا کو اپنی غلطی پر ضرور ندامت ہوگی۔ اور وہ اس کی تلافی کے لئے جرات سے کام لیں گے۔

مولانا مودودی کا اپنا فرمان ہے:

”جب قوم کے مفقدا اور مرقی اس طرح کی باتوں پر اتر آئیں تو لبیب نہیں کہ ان سے اخلاق و تہذیب کا سبق لینے والے اصغر آدمیت سے بالکل ہی عاری ہو جائیں اور اس قوم میں نام کو بھی ایک دوسرے کی عزت کا پاس باقی نہ رہ جائے۔“

اِذَا كَانَ رَبُّ الْبَيْتِ بِالْقُبُلِ ضَارِبًا فَلَا تَلْمُ الْاَوْلَادَ فَيَسُرَّ عَلَى الرِّقَصِ

(ترجمان القرآن ج ۳۶ عدد ۲ ص ۱۷۱)

## صحابہ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا نہ کیجئے

حضرت حذیفہؓ مدائن کے شہر میں رہتے تھے جو پہلے کسریٰ کا دار الخلافہ تھا، وہ بعض ایسی چیزیں بیان کر دیتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کی حالت میں اپنے بعض اصحاب کو فرمائی تھیں۔ حضرت حذیفہؓ کے پاس سے کچھ لوگ اُٹھ کر حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس چلے جاتے اور ان سے وہ باتیں کرتے۔ حضرت سلمانؓ فرماتے۔ حذیفہؓ جو کچھ کہتے ہیں وہ زیادہ جانتے ہیں۔ پھر وہ لوگ حضرت حذیفہؓ کے پاس واپس جاتے اور انہیں کہتے کہ تم نے آپ کی باتیں حضرت سلمانؓ کے سامنے نقل کی ہیں۔ انہوں نے آپ کی تصدیق کی ہے نہ تکذیب۔ اس پر حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے۔ وہ اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا سلمانؓ کیا بات ہے کہ جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کی آپ تصدیق نہیں کرتے؟

تو حضرت سلمانؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ناراض ہوتے تھے تو اس حالت میں اپنے بعض اصحاب سے کچھ فرما دیتے تھے۔ کیا تم اس کام سے باز نہیں آتے کہ ایسی باتیں چھیڑ کر لوگوں کے دلوں میں بعض لوگوں کی محبت پیدا کرتے ہو اور بعض کی نفرت اور اس طرح پر اختلافات اور جھگڑے کے اسباب پیدا کرتے ہو۔ بخدا! تم ضرور اس کام سے باز آ جاؤ۔ ورنہ تو میں حضرت عمرؓ کے پاس لکھ بھیجوں گا۔ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب میں

اس روایت کو ”اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جڑا بھلا کئے کی رکاوٹ“ کے باب میں نقل فرمایا ہے۔ اگر عمن ابی داؤد ”دین کی کتاب“ ہے تو پھر روایت کے خط کشیدہ الفاظ اور امام ابو داؤد کا قلم کردہ عنوان غور طلب ہیں۔ کیا مولانا مودودی کے لئے ان میں کوئی درس موجود ہے۔ ؟

مولانا مودودی نے کبھی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا :

”کیا اس تحریر کے وقت حضرت (بطور طنز لکھا ہے ۱۲ مصنف) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات یاد تھے کہ **بَابُ الْمُسْلِمِ مُسْتَقْبَلٌ** اور **مَنْ عَلَى الْمَسْئَلَةِ عَزَمَ الْمَالُ** و **عَزَمَ** ؟ کیا یہ جواب سمجھتے وقت حضرت نے ایک لمحہ کے لئے یہ بھی سوچا تھا کہ میں اور انہیں ایک وقت مرنا اور اپنے رب کی عدالت میں حاضر ہونا ہے ؟ وہاں اگر مسائل کے الزامات محض ثبوت و افتراء ثابت ہو گئے تو حضرت اس کی تشریح کی پاداش سے کیا دے کر چلیں گے ؟

۱ ترجمان القرآن ج ۲۴ ص ۲۰۸ صفحہ ۱۰۸

ہم اجداد و مولانا سے پوچھتے ہیں کہ حضرت اکیلا عثمان و علی، طلحہ و زبیر، عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے نزدیک کسی شخص دینی عزت، آبرو، کے مالک ہیں ؟ اور کیا وہ بھی کسی احترام کے مستحق ہیں ؟ اور کیا ان پر علامہ کردہ الزامات کے بارے میں آپ کو اطمینان قلب اور پورا الشراح صدر ہو چکا ہے کہ انتی طویل فرد قرار واد جرم مرتب کر ڈالی ہے ؟



# تاریخی خرافات کو— کتاب وسنت پر ترجیح نہ دیجئے

مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

ا۔ ”علوم اسلامیہ کو بھی ان کی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے، بلکہ اُن میں سے متاخرین کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجئے۔ . . . . قرآن اور سنت کی تعلیم سب پر مقدم ہیں۔ مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔“ (تفتیحات،

ب۔ ”محدثین کرام نے اسرار الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہیں۔ مگر ان میں کوئی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔“ (تفتیحات،

بڑی حیرت کی بات ہے کہ جو شخص کل تک دوسروں کو اس قدر اس احتیاط کا درس دیتا رہا، آج وہ خود اس قدر ابتذال اور عامیانہ پن پر اتر آیا ہے کہ سیر و معاذی کے وہ رواۃ جن کا نشتہ یا اعتزال خود اُس کو بھی تسلیم ہے، اُن کی نقل کردہ روایات کا سہارا لے کر دین کے ستون گرانے پر نکل ہوا ہے۔

ایک طرف تو مولانا مودودی ذخیرہ حدیث میں صحاح ستہ تک کو بھی لمبا فو درایت پر کھٹے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن وہ دوسری طرف تاریخی خرافات کو اس قدر قابلِ اعتماد



سمجھتے ہیں۔ اس چہ لبو العجیبت۔ مثل مشہور ہے ”یا بآں شور و شر یا بآں بے نیکی“، اصحاب کرامؓ کی عظمت اور ان کے تقدس پر قرآن و حدیث کی واضح اور قطعی تصریح موجود ہیں۔ ان کے مقابلہ میں قطعی اور شکی روایات کی کیا حیثیت ہے۔ جِبْرِ الْأُمَمِ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں :-

”ہیں اللہ تعالیٰ اس نے قرآن میں بتایا ہے کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں سے راضی ہے تو کیا اس کے بعد اُس نے یہی یہ بتایا ہے کہ وہ اُن پر ناراض ہو گیا ہے؟“ (ازالۃ الخفا ص ۲۶۱ ج ۲)

اگر اصحابؓ پر تنقید کا ہوا یا عدم جواز آپ کے نزدیک دین کا کوئی مسئلہ ہے تو تاریخی حرافات کو چھوڑیے کتاب و سنت سے بات کیجئے !

مخترم مولانا ابکیہ جناب نے اپنے حریف علماء سے سوال کیا تھا کہ :  
 ”اپنی دنیا اور عاقبت سنوارنے کی فکر چھوڑ کر آخر اس کام میں یہ عرق ریزی کس لئے کی جا رہی ہے؟ اور یہ اصول قرآن، حدیث یا طریق سلف میں کہاں سے اخذ کیا گیا ہے کہ تم ضرور دھو دھو نہ کرو گے لوگوں کو مطعون کرنے کے وجہ تلاش کرو اور پھر بھی کام نہ چلے تو اپنی طرف سے کچھ لاکھ فر دھرم مکمل کر دو؟“

(ترجمان القرآن ج ۳۶ عدد ۲۵ ص ۱۱۳)

کیا ہم نیاز مند بھی جناب سے پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن و سنت کی تعلیم کو چھوڑ کر اور علماء امت کے اجماعی عقیدہ کے برخلاف تاریخ کی جھوٹی سچی روایات کا سہارا لے کر اصحاب رسول اللہؐ کو ظلم قرار دینے کی آپ کے پاس کوئی وجہ جواز ہے؟

## اپنا انداز گفتگو تبدیل کیجئے

تعبیر الرؤیا، ابن سیرین میں درج ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے وراثت کر گئے ہیں۔ صبح کو اُس نے اپنا ایک خادم بھیج کر ایک معتبر کو بلوایا اور اس سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ اُس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے تمام رشتہ دار آپ کے سامنے مرجائیں گے۔ منصور نے اسے ڈانٹ ڈیپٹ کر دوبار سے نکال دیا۔ پھر دوسرے کو بلایا۔ وہ شاہی آداب سے واقف تھا۔ اس نے کہا: ”امیر المؤمنین! آپ کی عمر آپ کے تمام گھر والوں سے زیادہ ہوگی،“ خلیفہ نہیں پڑا اور کہنے لگا: ”ہات تو ایک ہی ہے،“ لیکن بولنے کا انداز تو یہ ہے۔ پھر اسے دس ہزار درہم کی قبلی دی۔

کتب سیر میں ایک واقعہ آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے پوچھا: ”تم بڑے ہویا میں؟“ انہوں نے جواب میں عرض کیا:۔

أَنَا أَكْبَرُ مِنْكَ وَمَنْ أَسَنُّ مِنْكَ

بڑے تو حضور ہی ہیں اور عمر میری زیادہ ہے۔

سبحان اللہ! کیا پایا! انداز ہے بولنے کا! اسلامی ٹریجر بھرا ہوا ہے۔ تاؤدیب مع اللہ! تاؤدیب مع الرسولؐ اور احترام اکابر کی تعلیمات سے۔ بیسیوں آیات اور احادیث اس موضوع پر موجود ہیں لیکن مولانا سودودی ہیں کہ کبار صحابہؓ پر بزرگانہ انداز میں گزرتے کرتے ہیں۔ تسامح اور چشم پوشی سے کام لینے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہیں۔

بلکہ انہیں دوسرے علماء کا اس قسم کا طرزِ عمل نظر آتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ سخن سازیاں ہیں  
غیر معقول تاویلیں ہیں، عقل و انصاف کا خون ہورہا ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہوں  
نے بُرا ظلم کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں اقتباسات ۵، ۲، ۷،

بلاشبہ مولانا مودودی اُن آداب کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو اللہ اور اُس کے  
رسولؐ نے ہمیں سکھائے ہیں۔ ازس ضروری ہے کہ وہ اپنا اسلوبِ کلام تبدیل فرمائیں۔

بلکہ ہم تو ایک قدم آگے جڑھاتے ہیں۔ اسلام نے صرف یہ کہ خدا، رسول اور شعائرِ دین جن میں  
صحابہؓ، ائمہؓ اور دیگر بزرگانِ اسلام بھی شامل ہیں، اکے حق میں بے ادبی کو ممنوع قرار دیا، بلکہ ہر اُس  
طرزِ عمل اور اندازِ گفتگو سے بھی رکاوٹ کر دی ہے جس سے اہل باطل کے لئے بدگونی اور بے ادبی کی  
گنجائش پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو راعنا کہنے سے روکا گیا، کہ اس کلمے کے استعمال سے بدباطن  
یہودیوں کو بدزبانی کا موقع ملتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے معبودانِ باطلہ کی برائی کرنے  
سے منع کیا گیا کیونکہ اُن کی طرف سے اللہ کے حق میں زیادتی ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو، جب آپ اسلام  
کی آئینہ دار شخصیتوں پر کھل کر تیکہ چینی اور حرف گیری کریں گے۔ کیا اس سے اُن لوگوں کو موعظہ نہیں  
ملے گا جن کے دل بغضِ صحابہؓ اور بغضِ ائمہؓ کے مریض ہیں؟ اگر واقعی آپ کی عینک کے آئینے شیشے اُن  
حضرات کی بشری کمزوریوں کو زیادہ جلی کر کے آپ کے سامنے لاتے ہیں تو کیا آپ کی زبان اور قلم  
بھی خفی کو جلی کر دینے پر مجبور ہیں؟

## انداز فکر تبدیل کرنے کی ضرورت

گزشتہ ادراقی سے شاید تارین کو بہ نسبت گزرے کہ مولانا مودودی نے صحابہ کرام کی جن غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، فی الواقع یہ باتیں تو صحیح ہیں۔ لیکن "خطائے بزرگاں گزشتہ خطاست" کے مطابق صرف ان حضرات کے شرف صحابیت کی بنا پر پر وہ پوشی کی ضرورت ہے کیا واقعی ایسا ہے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے منظور ذیل توجہ سے پڑھئے

مولانا مودودی نے اپنی کتاب تجدید و احیاء دین میں جن مجددین ملت کے عظیم کارناموں اور ان کی شای خدمات کا ذکر کیا ہے، ساتھ ساتھ ہر ایک مجدد کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں دو چار جملے ایسے لکھ دیتے ہیں جو مختصر ہونے کے باوجود محاسن کے طویل تذکرے پر بھاری ہوتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

۱:- "اسلام کے پہلے محمد و عمر بن عبدالعزیز ہیں..... مگر اموی اقتدار کی جڑوں کو اجتماعی زندگی سے اکھاڑنا اور عام مسلمانوں کی ذہنی و اخلاقی حالت کو خلافت کا بار سنبھالنے کے لئے تیار کرنا اتنا آسان کام نہ تھا کہ ڈھائی برس کے اندر انجام پاسکتا۔

۲:- "امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی و فکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی جو محدثی کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئے۔ دوسری قسم ان



نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اور تفسیری قسم  
 ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے۔  
 ۳۔ امام غزالی کی کمزوریوں سے بچ کر ان کا اصل کام جس شخص نے انجام  
 دیا وہ ابن تیمیہ تھا، ”تاہم یہ واقعہ ہے کہ وہ بھی کوئی ایسی سیاسی تحریک نہ اٹھا کے  
 جس سے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہو سکتا اور اقتدار کی کنجیاں جاہلیت کے قبضہ  
 سے نکل کر اسلام کے ماتھ میں آتی۔“

۴۔ شیخ احمد سرمدی، شاہ ولی اللہ دہلوی، سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل  
 شہید نے اپنے اپنے وقت میں تجدیدی کام کیا مگر یہ لوگ بھی چند اسباب کی بنا پر  
 ناکام رہے، ”پہلی چیز جو محمد کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب  
 اور ان کے خلفائے تک کے تجدیدی کام میں رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف  
 کے بارہ میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی مذاہب  
 دی جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی۔“

اس سے آگے بڑی شرح و لبط کے ساتھ مولانا نے ان حضرات کی خامیوں اور  
 نقائص کو بیان فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات مولانا کی کتاب ”تجدید و احیاء دین“ سے لئے گئے ہیں  
 ۵: ”جو لوگ مسلمانوں کی راہ نمانی کے لئے اٹھتے ہیں ان کی زندگی میں محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ادنیٰ جھلک تک نظر نہیں آتی۔ کہیں مکمل  
 فریگیٹ ہے، کہیں ہنر و اور گاندھی کا اتباع ہے۔ کہیں جڑوں اور علموں میں  
 سیاہ دل اور گندے اخلاق پئے ہوئے ہیں۔ زبان سے وعظ، اور عمل میں بدکاریاں

ظاہر میں خدمتِ دین اور باطن میں خیانتیں، غداریاں اور نفسانی اغراض کی بندگیاں“  
(مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش حصہ اول)

۶۔ ”یہ غریب تعلیم کے لئے جدید درس گاہوں میں جاتے ہیں تو وہاں زیادہ تر  
مخلص اور مکار ملاحدہ یا نیم مسلم و نیم محمد حضرات سے اُن کو پالا پڑتا ہے۔ قدیم  
مدارس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اکثر مذہبی سوداگروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں  
ذہنی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خطیبوں اور واعظوں کی عظیم اکثریت انہیں  
گمراہ کرتی ہے۔ روحانی تربیت کے طالب ہوتے ہیں تو پیروں کی غالب اکثریت  
اُن کے لئے راہِ حق کی رہنمائی ثابت ہوتی ہے“

(جماعت اسلامی کا مقصد اور لائحہ عمل)

اب سوال یہ ہے کہ مولانا مودودی اپنے ہم عصر علماء سے لے کر مجددِ دین ملت اور ائمہ  
دین بلکہ کبار صحابہ تک پر بے لاگ، بے کبے باک، تنقید کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیا واقعی مولانا اس  
طرزِ عمل میں حق بجانب ہیں یا اس میں کہیں اُن کے قصور نظر کا دخل ہے؟ ہم اپنی معلومات کی  
لئے اس سوال کا جواب دینے کے لئے دوسری شیعہ کو اختیار کرتے ہیں۔ نہایت ہی دیانتداری  
اور مولانا سے بڑی محبت رکھنے کے باوجود ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا کا انداز فکر قطعی غلط اور  
افسوس شریعہ کے خلاف ہے۔ سورہ فور کے دوسرے رکوع کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم  
ہو سکتا ہے کہ کسی کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں کس قدر سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

لَوْ لَا اِنْ سَمِعْتُمْوَلَّيْتُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِالْفَضْلِ

(جب تم نے یہ بات سنی تھی تو ایسا کیوں نہ کیا کہ مسلمان مرد بھی اور عورتیں  
بھی اپنے بارہ میں حسن ظن سے کام لیتیں اس کے تحت تفسیرِ واجد ہی میں لکھا ہے:

”قرآن نے یہاں اس ضابطہ کی تعلیم دے دی کہ پہلے مسلمان سے متعلق ہر روایت کے وقت حسن ظن ہی سے کام لیتے رہنا چاہیے تاکہ اس کے خلاف کوئی قطعی شہادت اور کافی ثبوت نہ مل جائے۔ نفی الزام کے لئے صرف عدم ثبوت و عدم شہادت کافی ہے۔“

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-  
 ”اس میں صریح تحقیق ہے کہ خبروں میں سخت احتیاط و تحقیق سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ اہل اللہ کی عادت ہے کہ بعید سے بعید احتمال پر بھی حسن ظن ہی کرتے ہیں۔“  
 (بیان القرآن)

تاریخی روایات سے کسی کے خلاف جہرات قائم کی جاسکتی ہے اس کی حقیقت ظن سے زیادہ ہرگز نہیں ہوتی اور حدیث میں آیا ہے ایسا کہ ”الظن، فان الظن اکذب“ الحدیث۔ دین اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی بڑے عالم کا نام نہیں لیا جاسکتا جس نے مولانا مودودی کا سا انداز اختیار کیا ہو اور نہ قرآن کی کسی آیت یا حدیث کا کسی جہد سے اس کے جواز پر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ یہاں اعتراض اس بات کا ہے کہ مولانا صاحب اسی مذہب کے داعی ہیں جو صدیوں سے بطور ورثہ یمنوں اور سفینوں میں محفوظ چلا آتا ہے لیکن اس پوسے طویل عرصہ میں دین کا در در کھنے کے باوجود کسی نے یہ دیکھنا اختیار نہیں کیا تو مولانا مودودی ان کی راہ سے ہٹ کر کیوں چلتے ہیں۔ انہیں دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ درخت کی جس ٹہنی پر وہ خود بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی دہاں جمع کر رہے ہیں اسی کو جڑ سے کاٹنے کے لئے تیشہ و تبر چلا رہے ہوں۔

ایک واقعہ



امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام صاحب کی وفات کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ اور یہ بھی بالکل اتفاقی بات ہے کہ امام شافعیؒ اپنی والدہ کے بطن میں دو سال تک رہ گئے۔ بعد میں جب اخراجات اور شوائع میں تعصب کا رنگ پیدا ہوا تو حنفی شافعیوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے تھے کہ دیکھا جب تک ہمارے امام اس دنیا میں رہے تمہارے امام نے ماں کے پیٹ سے قدم باہر نہ رکھا۔ اور شافعی حنفیوں کو کہتے تھے کہ دیکھا جب ہمارے امام اس دنیا میں آئے تو تمہارے امام پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔ ایک محقق عالم نے کہا ہے کہ یہ دونوں باتیں تعصب پر مبنی ہیں۔ اگر ممکنہ بعد الوقوع پیدا کرنا ہی ہے تو یوں کہئے کہ جس وقت امام اعظمؒ نے دیکھا کہ اب میرا جانشین آ رہا ہے اور وہ کتاب و سنت کی اشاعت کا کام سنبھالے گا۔ میری چنداں ضرورت نہیں رہی تو وہ چلے گئے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ مختلف اسالیب فکر سے مختلف نتائج سامنے آتے ہیں۔

ایک موصد کو اس پر تعجب ہوتا ہے کہ خدا ایک سے زیادہ مان لئے جائیں مگر عرب کا مشرک کہتا تھا اَفْعَلَ الْاَلٰهِيَّةَ الْهَاقَّ اَحَدًا۔ اِنْ هَذَا الشَّيْءُ عُجَابٌ کیا بہت سے خداؤں کی بجائے ایک ہی خدا بنا دیا ہے۔ یقیناً یہ بڑی ہی حیران کن بات ہے، ملاحظہ فرمایا انداز فکر کے اختلاف نے کیا رنگ دکھایا ؟

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور شاہ شہید کے حضرات پر مولانا مناظر احسن گیلانی کے طویل مقالے بھی موجود ہیں اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی ان حضرات پر کافی لکھا ہے۔ دونوں کے مقالے پڑھ جائیے۔ دونوں کی تحریریں مختلف زاویہ نگاہ اور جداگانہ انداز فکر کی غمازی کریں گی۔



صفر اکامریض اگر تلخی کو شیرینی اور شیرینی کو تلخی بتائے تو یہ اس کی قوتِ ذائقہ کی خرابی ہے۔ اگر اخول آدمی کو ایک کے دو نظر آتے ہیں تو یہ بھی اس کے حاسہٴ بصر کا نقص ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر مولانا مودودی کو علماء امت، مجددین ملت، امردین اور صحابہٴ تنہک میں غلطیوں کی ایک فہرست نظر آتی ہے تو یہ ان کے حاسہٴ فکر کی خرابی ہے جس کا دوا انہیں بروقت کرنا چاہیے۔ ————— ورنہ تو ————— وہ دن دور نہیں جب کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) میں بھی انہیں بشری کمزوریاں نظر آنے لگیں گی اور پھر وہ فرمائیں گے: ————— ”غلط کام بہر حال غلط ہے، خواہ کسی نے کیا ہو۔۔۔۔۔“ نقطہٴ عروج کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ درمیانِ ناصلا ایک ہی حیثیت میں ملے ہو سکتا ہے۔ —————

لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الذَّلٰثَةِ

مولانا مودودی ایک بجا ارشاد فرماتے ہیں:

”یہ ظاہر ہے کہ عباد کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو جب خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی احادیث تک میں ایسے فقرے مل سکتے ہیں جنہیں سابق عبارت سے الگ کر کے اور توڑ موڑ کر بدترین اعتراضات کا ہدف بنانے کی گنجائش ملے گی تو پھر کسی اور کی کیا ہمتی ہے کہ اس کی تحریر و تقریر میں اس طرح کے لوگوں کو کہیں سے کچھ مانتے آسکے“

ترجمان القرآن ج ۵ ص ۱۵۲

بادن تو لے پاؤ رتی، بجا ارشاد فرمایا۔ لیکن جناب محترم! کیا جناب کو اطمینان ہے کہ جناب کی نگاہ بالکل صحیح کام کر سکتی ہے؟ کہیں آپ کی نظر کا تو قصور نہیں ہے؟

فَعَيْنُ الرِّضَاعِ كَالْعَيْبِ كَالْعَيْبِ كَمَا أَنَّ عَيْنَ السَّحَابِ تَبْدِي السَّابِقِ

## مولانا مودودی کے بارہ میں ایک شانہ لیشہ

قسم بخدا! دل کانپ اٹھتا ہے اور کلیجہ پھٹنے لگتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مولانا مودودی منزل منزل سفر کرتے ہوئے ہم عصر علماء اور زعماء کی تفہیل و تفسیق سے گزر کر اب صحابہؓ کی تقلید کرنے لگے ہیں۔ ان کی تنقیدانہ تحریریں جو اختیار امت کے حق میں سو براہِ ادب تک پہنچ جاتی ہیں، انہیں ٹپھڑ کر بھی ان لیشہ گذرتا ہے کہ کہیں مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس مصداق کا نشانہ نہ بن جائیں۔

اَنْ اَسْمَعْتَ الرَّحِيلَ يَقُوْلُ هَكَكَ النَّاسُ فَمَوْ اَهْلُهُمْ

(جامع صغیر بحوالہ مسلم، ابو داؤد و مطاۃ امام مالک،

جب تم کسی آدمی کو سنو، وہ کہتا ہو کہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ تو وہ اُن میں سب سے زیادہ ہلاک ہوئے والا ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کی تشریح فرماتے ہیں۔

”اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی جمہورِ مسلمین اور عام علماء کی مخالفت کرتے

ہوئے اُن سے الگ کر بی بات نکالے اور پھر اُن پر انکار و اعتراض شروع

کر دے۔“ (موسوی ص ۲۲۸ ج ۲)

ظاہر ہے کہ یہ حدیث اور شاہ ولی اللہؒ کی تشریح لفظ بلفظ مولانا مودودی پر

پسپاں ہوتی ہیں۔

مولانا مودودی نے کچھ عرصہ پہلے تحریر فرمایا تھا :-

”باطل حق کے بھیس میں

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جس احسن تقویم پر پیدا کیا ہے، اس کے عجیب کرشموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عریاں فساد اور بے نقاب فتنے کی طرف کم ہی رعب ہوتا ہے اور اس بنا پر شیطان اکثر مجبور ہوتا ہے کہ اپنے فتنہ و فساد کو کسی یکسی طرح صلاح و خیر کا دھوکہ دینے والا لباس پہنا کر اس کے سامنے لائے جنت میں آدم علیہ السلام کو یہ کہہ کر شیطان ہرگز دھوکہ نہ دے سکتا تھا کہ میں تم سے خدا کی توفیق کرانا چاہتا ہوں تاکہ تم جنت سے نکال دیئے جاؤ، بلکہ اس نے یہ کہہ کر انہیں دھوکا دیا کہ اَلْكَذَّابُ عَلٰی شَيْءٍ الْغُلْدَانُ مِنْكُمْ لَا يَبْلُغُونَ اَمَامِیْنَ کہ تمہیں وہ درخت تباہ و جحالتِ ابدی اور لازوال بادشاہی کا درخت ہے، یہی فطرت انسان کی آج تک بھی چل رہی ہے۔ آج بھی جنتی غلطیوں اور حماقتوں میں شیطان اس کو مبتلا کر رہا ہے، وہ سب کسی نہ کسی پر فریب نعرے اور کسی نہ کسی لباسِ زور کے سہارے مقبول ہو رہی ہیں۔“

(تفہیمات ص ۱۵۳ ج ۲)

جب ایک سلیم الطبع آدمی مولانا کی یہ طلسم کاری اور بولچال کو دیکھتا ہے کہ ایک طرف ’صلاح نظام اور اقامتِ دین‘ کے دلائل و نعرے ہیں اور دوسری طرف ان کا استہزاء بالرائی، علماء امت سے تنہائی اور تنقید کے نام پر اکابر امت پر طعن و تشنیع ہے۔ تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی ان دعووں اور نعروں میں کوئی صداقت ہے یا وہ فریب خوردہ اور فریب دہندہ ہیں۔ یعنی خود تسویل نفس کا شکار ہیں اور اب دامِ نرگس زمین

بچا کر دوسروں کو پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو علماء حق اُن کے رفیقِ حق بنے تھے، سب ایک ایک کر کے اُن سے کٹ گئے ہیں؟ کہیں، نگہم نما جو فردش، والا معاملہ تو نہیں ہے؟

وَلَقَدْ عَلَّمَ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ آمَنًا

ہمارے بعض دوستوں نے اس بات پر بھی خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ مولانا مودودی جہاں اپنے مخالفین کی غرور پریش کرتے ہیں، باقی سب کے نام رکھے ہیں، اہل تشیع کا نام نہیں لیتے؟ اس میں کیا راز ہے؟ ہم اس خدشہ کو قوی نہیں سمجھتے۔ تاہم لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے تو انہیں اس بارہ میں اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے۔

اے ملاحظہ ہوں ترجمان القرآن جلد ۳۵ عدد ۶۱۵ و جلد ۳۶ عدد ۲۰۱  
مولانا مودودی کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف فتروں، بھڑکوں، اشتباہوں اور مضامین کی ایک نسل آگ رہی ہے جس میں کیرٹ، سوشلسٹ، فرنگیت، زدہ، ملحدین، قادیانی، منکرینِ حدیث، اہل حدیث، بریلوی اور دیوبندی سب ہی اپنے اپنے شکوکے چھوڑ رہے ہیں..... ہم کہتے ہیں کہ یہ شیطان کی نسل ہے وہی اسے کاٹے گا۔“



# مولانا مودودی کے بعض نظریات

## حدیث سے ٹکراتے ہیں :-

- مولانا مودودی کے بعض نظریات فرامینِ نبویہ اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے صاف طور پر متصادم اور مخالف ہیں۔ مثلاً ان کے یہی نظریات ایسے :-
- ۱۔ حضرت عثمانؓ کی پالیسی بلاشبہ غلط تھی۔ اُن کی شہادت اُن کی اپنی غلطیوں اور سیاسی بے تدبیری کا نتیجہ تھی (صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷)
  - ب۔ حضرت عثمانؓ افراتوازن تھے اور وہ ایسے لوگوں کو آگے لے آئے جو خلفائیں سے تھے۔
  - ج۔ حضرت علی المرتضیٰؓ بھی ایک غلط کام کر گزرے، اس لئے وہ بھی غلط کار ٹھہرے (صفحہ ۱۲۶)
  - د۔ مولانا ایک اصول بیان فرماتے ہیں کہ غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ صحیح ثابت کرنا نقل و انصات کے بھی خلاف ہے اور دین بھی ہم سے اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کرتا کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے (صفحہ ۱۱۶)
  - ہم ان مسائل پر کسی قدر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔

## پہلا مسئلہ

مولانا، سیدنا حضرت عثمانؓ پر اس انداز سے تنقید کرتے چلے جاتے ہیں کہ گویا وہ اُن پر مناسب اور چکیگ آفیسر مقرر ہوئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں :-

کیا میں اس شخص کا لحاظ نہ کروں جس سے فرشتوں کو حیا آتی ہو۔

## یہ تو حضرت عثمانؓ کی عمومی منقبت اور فضیلت ہے

خبرِ نصیبت سے یہی مسئلہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بحیثیت خلیفہ جو پالیسی اختیار کی تھی کیا وہ درست تھی یا غلط؟ اور آپؓ کو انجام کار جامِ شہادت جو نوش کرنا پڑا تو کیا وہ آپؓ کی کسی غلط روش کا نتیجہ ہے یا محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضا و قدر کی تکمیل تھی؟ تو اس بارہ میں واضح احادیث موجود ہیں :-

۱۔ حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف ص ۲۱۱ ج ۲ میں حضرت مرہ بن کعبؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئے واسے فتنوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ بہت قریب ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص کا دہاں سے گزر ہوا جو پکڑا اور بھٹے ہوا تھا۔ سنوڑنے فرمایا کہ یہ اس دن راہِ راست پر ہوگا۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ عثمان ابن عفانؓ تھے۔ میں نے اُن کا رخ آپؓ کی طرف کر کے پوچھا کہ یہی ہیں؟ آپؓ نے فرمایا ”ہاں“

۲۔ شاہ ولی اللہؒ نے از آلہ الاختصار ص ۳۰۳ میں یہی روایت ترمذی کے علاوہ منہاج احمد کے حوالہ سے بھی نقل کی ہے اور اُس میں کچھ زیادہ تفصیل ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں :-

هَذَا يَوْمٌ مِّنْ دَمِنَ اتَّبِعْهُ عَلَى الْبَهْدِ

یہ اور جو ان کے ساتھ ہوں گے، اُس دن راہِ راست پر ہوں گے۔

مرہ بن کعبؓ سے یہ الفاظ سن کر ابن حوالہ از دی گھرے ہو گئے اور کہا قسم بخدا! اس

مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لشکر میں کوئی میری تصدیق کرتے والا موجود ہے تو میں ہی پہلے یہ روایت بیان کرتا۔

۳۔ سنن ابن ماجہ میں کعب بن عجرؓ سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے جس کو شاہ ولی اللہؒ نے بھی مسند احمد کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔ وہ روایت اس طرح ہے کعب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر فرمایا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ قریب ہے اور بہت بُرا فتنہ ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص چپا اور اڑھے ہوئے وہاں سے گزرا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ اُس روز حق پر ہوگا۔ میں جلدی سے یاد دہ کر گیا اور اُس کے دونوں بازو پکڑ کر پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! ”یہی“؟ فرمایا ”یہی“ تو وہ عثمان بن عفان تھے۔

(روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ مرہ بن کعب والا واقعہ

دوسرا ہے ۱

۴۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۲ میں بھیقی کے حوالے سے منقول ہے کہ جب حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے آپؓ سے کچھ بیان کرنے کی اجازت پٹائی آپؓ نے اجازت دے دی۔ تو وہ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ میرے بعد تمہیں ایک فتنہ اور اختلاف پیش آئے گا۔ لوگوں میں سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس وقت ہمارا کون ہوگا؟ یا یوں کہا کہ اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہوگا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم اپنے امیر اور اُس کے ہم فرائض کے ساتھ رہنا۔ یہ الفاظ حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے کہے۔

ان روایات سے حضرت عثمانؓ کا اپنے طرز عمل میں حق بجانب اور راہِ راست پر ہونا بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ ان میں کوئی نقص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق علیٰ البدیٰ اور علیٰ الحق ہونے کا سرِ تفکیک نہ دے دیتے اور امت کو قطعاً یہ ہدایت نہ فرماتے کہ تم اس کا ساتھ دنیا بکچریوں فرماتے کہ ”وکیجو عثمان بن عفان خلاف علیؓ کی تودہ غلط پالیسی اختیار کر لے گا۔ اقربا نواز ہوگا۔ بیت المال میں بے جا تصرف شروع کر دے گا۔ تم اس وقت اپنا امیر تبدیل کر لیتا۔“

۵۔ یہی بات کہ حضرت عثمانؓ کو جامِ شہادت پہنچا کر اتویہ ہرگز ہرگز ان کی کسی غلط کاری کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ محض اللہ کی مشیت اور نورشہِ تقدیر تھا جو پورا ہو کر رہا۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُونًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعدد مواقع پر اس کی بابت پیشین گوئی فرما چکے تھے اور خود انہیں بھی حیرت کی تحقیق فرما چکے تھے۔ حتیٰ کہ جس روز یہ واقعہ پیش آیا اس روز بھی حضرت عثمانؓ کو خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ شیعینؓ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے روزہ ہمارے پاس کھولنا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

”مشہور احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی

کوئی مملکت تھی کہ عثمان ذی النورینؓ کے بارے میں اختلاف ہوگا۔ لوگ انہیں قتل کریں گے اور وہ اس حادثہ میں حق پر ہوں گے اور ان کے مخالف باطل پر۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اتنی وضاحت سے ارشاد فرمادی تھی کہ شرعاً اس سلسلہ میں محبت پوری ہو گئی اور کسی مخالف کو اللہ کے حکم میں ناواقفیت



کے عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی۔ اس صراحت فرمادینے کے بعد اگر کوئی چیز پیش آئی تو اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کا دامن ہرگز ملوث نہ ہو گا بلکہ برائی کا پیکر اُن کے دشمنوں پر ہی دار ہو گا۔

(ازالۃ الخفا ص ۲۳۶ ج ۲)

حدیث کی کتابوں میں مندرجہ بالا روایات دیکھ لیجئے۔ لفظ لفظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور فطرت کا اعلان ہوتا ہے۔ اُن کے مقابل کوئی ضعیف سی روایت ایسی موجود نہیں ہے جس میں اس طرت اشارہ پایا جاتا ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ غلطی پر ہوں گے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بیسیوں چھوٹے بڑے واقعات کی نشان دہی فرمائی ہے کیا یہی ایک ایسی بات تھی جسے حضور نے پردہ حفا میں رکھنا تھا؟

اور ذرا یہ بھی تو سوچیے کہ اس سے پہلے بہت سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی جام شہادت پینا پڑا تو کیا اُن کی شہادتیں بھی اُن کی غلطی یا بیسیوں کی وجہ سے وقوع میں آئی تھیں؟ تو کوئی آفت آگئی ہے کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر فر دجیم لگائے بغیر نہیں رہ سکتے؟ اور کیسی مصیبت آگئی ہے کہ آپ اپنے دماغ کی ساری توانائیاں اور قلم کا سارا زور، رسول اللہ کے خلیفہ راشد کو ملزم نہایت کرنے میں صرف کر رہے ہیں؟

## دوسرا مسئلہ

ہم مولانا مودودی سے پوچھتے ہیں کہ بقول آپ کے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کے جن لوگوں کو حکومت کے مناصب دیئے، اُن کے متعلق اس بات کا اقرار کرنے کے باوجود کہ :

”انہوں نے اعلیٰ درجے کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا ثبوت دیا اور ان کے  
ہاتھوں بہت سی فتوحات ہوئیں“

(بخ - م ص ۱۰۸)

پھر بھی آپ کو حضرت عثمانؓ کی ذات پر ”اقربا نوازی“ کا اعتراض ہے لیکن جب  
یہ واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کے لئے  
امام بنانے والا ہوں تو انہوں نے فوراً ”صدا بلدی“ ”ذہب فزینی“

ب۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو فوراً اور خلعت کی  
”وَالْبَصَلُ لَیْ ذَیْئِلِہِ اَمِیْنُ اَطْلُہِ ہَا فَاَنْزَلَہُ اَخْبَرَہُ طَحْہُ : ۲۹-۳۰“

(السرہ) میرے لئے میرے کنبے میں سے ایک وزیر مقرر کر دیجئے میرے  
بھائی ہاروں کو۔

ج۔ حضرت ذکریا علیہ السلام بارگاہِ نبوی میں درخواست پیش کرتے ہیں:

”اے پروردگار! مجھے اپنے پیچھے اپنے وارث کی طرف سے اندیشہ ہے  
اور میری عورت بانهجہ ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایک ایسا وارث عطا کر جو

علم و حکمت میں، میرا اور خاندانِ یعقوب کا وارث بنے۔“  
(مریم : ۶۱۵)

د۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عثمانؓ اپنی زوجہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی صاحبزادی تھیں انکی تیارداری میں مصروف رہنے کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ  
ہو سکے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غنیمت میں سے حصہ بھی دیا

اور یہ بھی فرمایا کہ نہیں ٹرائی میں شامل ہونے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(بخاری ص ۴۴۲ ج ۱)

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر فرمایا۔ اور حضورؐ کے سامنے تین آدمیوں کی شکایت کی گئی جن میں سے ایک حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ تھے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں ان سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی لے چکا ہوں۔ اور پھر فرمایا۔ ”اے عمر! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اُس کے باپ کی حیثیت رکھتا ہے؟“

(مشکوٰۃ ص ۱۵۶۔ متفق علیہ)

۹۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب یہ فیصلہ ہوا کہ قریش کے قیدی قیدیہ ادا کر دیں تو ان کو رہا کر دیا جائے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاصؓ کے قیدیہ میں آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے ایک بار بھیج دیا تھا جو انہیں والدہ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے جہیز میں ملا تھا۔ اُسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بُری رقت طاری ہوئی اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا ”اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کی خاطر اس کے قیدی کو رہا کر دو اور اُس کا یہ بار اسے واپس کر دو“ صحابہؓ نے کہا ”بہت اچھا۔“

(ابوداؤد ص ۱۲ ج ۲)

ان واقعات کو بغور دیکھئے کیا بظاہر ان سے ”اقربا نوازی“ کی جھلک نہیں آتی؟ اگر اقربا نوازی ہر صورت میں ناجائز ہے تو مولانا مودودی کو ان تمام واقعات کا جو اثر ثابت کرنا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک وہ اخلاقی قدیں ہی دراصل نظر ثانی کی

منتاج ہیں جو اس زمانہ کے دانشوروں نے مقرر کر لی ہیں۔ خلیفہ یا حاکم وقت کا اقتدار دار ہونا کوئی حرم نہیں ہے جس کی پاداش میں ایک شخص کو جائز رعایت اور واجبی حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے۔ وَمَنْ ارْتَضَىٰ لِعَلِيٍّ اَنْبِيَاً۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اموی خاندان کے اکابر کو مختلف عہدوں پر تعینات کرنا آپ کی نگاہوں میں کھٹتا ہے اور آپ اسے خویش نوازی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن آپ ان خفائی کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں کہ :-  
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے :

اَلْاَنَسُ مَعَادِنُ كَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْبَاهِلِيَةِ  
خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ ۱۲ (فقہو ۱۰ مسلم)

لوگ بھی اس طرح کانیں ہیں جس طرح کہ سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔ جو دور جاہلیت میں اُن میں سے اچھے ہوتے ہیں۔ جب وہ دین کو سیکھ لیتے ہیں، تو وہی اسلام میں اچھے ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس کی بہت سی مثالیں قرن اول کی تاریخ میں مل سکتی ہیں۔ اُحد کے میدان میں خالد بن ولید نے جو کچھ کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے لیکن یہی خالد بن ولید جن کا لقب بعد میں ”سیف اللہ“ ہوا۔ رضی اللہ عنہ

جن انصاریوں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، انہی کے حصہ میں بعد میں مسلمانوں کو جہنم رسید کرنے کی سعادت آئی۔

ابو جہل کے لڑکے عکرمہ فتح مکہ سے پہلے وہی کچھ کرتے رہے جو ابو جہل کے لڑکے کو کرنا چاہیے تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عکرمہ انما صدیقی میں اسلامی فوجوں کی قیادت



فرما رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہ

بات دراصل یہ ہے کہ گاڑی کا انجن بہر حال پوری قوت کا مالک تھا۔ پیٹھ بالکل درست تھی۔ سوال تو صرف لائن کا تھا۔ پہلے انجن کا نرخ غلط سمت کو تھا۔ اُسے ٹھیک کر دیا گیا تو گاڑی ٹھیک لائن پر آگئی۔ اب منزل مقصود پر پہنچنے میں کیا دیر تھی؟

اُولَئِكَ يَبْغِيكَ اللَّهُ سَيِّئًا مِمَّا تَكْتُمُ ۖ

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ عمل بھی یہی رہا کہ سیاسی خدمات کی تفویض میں ہمیشہ ایسے افراد پر سیاسی قابلیت کو مد نظر رکھا۔ چنانچہ ملحقہ ملازمتوں میں سے جب کوئی علاقہ فتح ہوا اور اس کا حکام مشرقت باسلام ہوا تو اسی کو رہاں کی عملداری سونپ دی، جیسے شہر بن باذان حکام کی کو قیام رکھا۔

۳۔ رؤساء بنی امیہ، روم کی مملکت اور اسرار جہانپانی کے جاننے والے تھے۔ وہ لوگ اپنی سلطنتوں کی بنیاد پر اس بات کے مستحق تھے کہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ اعزازات عطا فرمائے۔

الف۔ فتح مکہ کے روز جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود کعبہ اور حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں داخل ہونے والوں کے لئے "امان" کا اعلان فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا گیا کہ جو شخص الیوسفیان کے گھر میں چلا جائے اُسے بھی امان ہے۔

ب۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید اموی کو مقرر فرمایا۔

ج۔ شہر بن باذان کے قتل کے بعد صفاء یمن، ابراہیم بن سعید بن عباس کو تعینات فرمایا۔

د۔ بنیامیر حضرت الیوسفیان کے صاحبزادے یزید کو مقرر فرمایا۔

- ۱۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بخران کی حکومت حضرت ابوسفیانؓ کے حوالہ کی۔
- ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بھی اُنہی سر و داروں کو مختلف مناصب جلیلہ پر تعینات فرمایا
- تو اب سوال یہ ہے کہ ان تمام واقعات کے باوجود حضرت عثمانؓ کے کردار کو کیوں مشتبہ لگا رہا ہے دیکھنا چاہیے کہ جب کہ
- نہ تھا میں دریں میمنہ مستم جھیند و شبلی و عطار ہم مست

مذکورہ بالا آیات اور احادیث کے علاوہ ترمذی کی تحدیث صریح طور پر حضرت عثمانؓ کے طرز عمل کو درست قرار دیتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی

اللّٰهُمَّ اِنْ اَنْتَ اَقْوَلُ فَرِّشِ عَالَمٍ اَوْ اَنْتَ اَشْرَفُ هَمَلٍ لِّقَوْلِ الْاَمْرِ

(متحدی ص ۲۳۰ ۲۳۱)

اے اللہ! تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو سامانِ نبوت بنایا تو ان کے پچھلے لوگوں کو اپنے علیہ سے مقرر کر۔

ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اُنہی لوگوں کے بارے میں ہے جو ظلمت کھاتے ہیں اور فوجِ مکہ کے بعد مشرقتِ اسلام ہوئے۔ تو دو عثمانی ہیں اُن کو اپنے اچھے مناصب کا شاد و اصل اُس دعا کی مقبولیت کی عملی صورت تھی۔ اب اگر کسی کو یہ بات ناگوار گذرتی

تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے آنحضرتؐ نے اپنے بارے میں فرمایا:

اَنَا دَعَوْتُ اِيْنِي اِنْ اِهْتَمَمْتُ -

ہے تو گذرتی رہے۔ دیر یا کو اپنی موج کی طغیانوں سے کام  
حافظ بخود بخود پشید ایں طرف سے آلود  
اے شیخ پاک دامن، معذور دار مارا

مولانا مودودی کو حضرت عثمانؓ کی داد و دہش پر بھی سخت اعتراض ہے۔ اس  
سلسلہ میں ہم قارئین کو تین چیزوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

اول: یہ کہ حضرت عثمانؓ خود بڑے غنی تھے۔ مکہ میں تھے تو وہاں کے اغنیاء اور رؤساء میں  
شمار ہوتے تھے۔ مدینہ آئے تو یہاں بھی اُن کے معمول میں فرق نہ آیا۔ بیٹھے پانی  
کے لئے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ رُوم کا بیٹھا کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا  
اس سے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ مسجد نبویؐ میں اضافہ کی ضرورت  
ہوتی تو قطعہ خرید کر اس میں ملایا جس پر بیس یا پچیس ہزار کا مہر نہ ہوا۔ جنگ تبوک  
کے موقع پر بارگاہ رسالت سے چندے کی اپیل ہوئی تو انہوں نے اپنا وہ سارا مال  
جو تجارت کے لئے تمام روانہ کرنے والے تھے، پیش کر دیا۔ نو سو اونٹ، سو گھوڑے  
اور ایک ہزار دینار طلسمائی اس میں شامل تھے۔ ترجمہ میں ہے کہ جب غزوہٴ عسرت

لے استیعاب ابن عبد البر ص ۴۸۸ اور مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ۳۵ ہزار درہم رقم نوہ ہے

لے شرح مشکوٰۃ صفحہ تاریخ اسلام از اکبر شاہ غاں، ابن عبد البر نے

استیعاب میں ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے لکھے ہیں۔

کے دشت یہ دونوں روایتیں مشکوٰۃ ص ۵۶۱ میں موجود ہیں۔

کی تیاری کے سلسلے میں اونٹوں کی پیش کش کرتے ہوئے حضرت عثمان بن عفانؓ کو  
 پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے بعد عثمانؓ جو کچھ کرے  
 اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔“ اور منہ احمدؓ میں ہے کہ جب انہوں نے ایک ہزار دینار  
 لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیئے۔ آپ انہیں الٹ پٹ کرتے رہے  
 اور دو دفعہ فرمایا: ”آج کے بعد عثمانؓ کچھ کرے اُسے اُس سے کوئی نقصان نہیں  
 پہنچے گا۔“ تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بارہ میں پیشگی  
 عفو عام کا اعلان فرما چکے ہیں، وہ اگر بعد میں اپنی جواد اور فیاض طبیعت کے مقتضا  
 پر عمل کرتا ہے تو اُسے قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔ فَوَاؤْیْلَکَہ !

دوم۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ خلیفہ تو رہا ہی امور میں خرچ کرنے کی ہیں اور حیب  
 شام سے۔ لیکن اس کی تو کوئی وجہ نہیں کہ اُموی خاندان کو بیت المال کی آمدنی  
 کا بھی مستحق قرار دے دیا جائے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خود رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ایک وقت اُمویوں پر انعامات کی بادشاہی نہیں فرمائی تھی؟ جب تک  
 ہوازن کے بعد غنائم تقسیم فرمائی تو کئی آدمیوں کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے۔  
 انصار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے جان نثار اور خدمت گزار تھے،  
 انہیں کچھ شے ملا جس کی وجہ سے چھوٹے درجہ کے بعض لوگوں کو رنج ہوا اور انہوں نے  
 اس کا اظہار زبان سے بھی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی اطلاع  
 پہنچی تو حضورؐ نے ایک دل لرزادینے والا خطبہ ارشاد فرمایا جس کو سن کر یہ حال



ہوا کہ دو تے رو تے انفاد کی وارھیاں تر ہو گئیں۔

سوم۔ مولانا مردودی نے مردان کو دی گئی رقم ۵ لاکھ دینار لکھ کر حضرت عثمان پر اپنے اعتراض کو درجی بنانے کی کوشش کی ہے تو یہ مان لینے کے بعد کہ یہ تاریخی روایت بالکل صحیح ہے، آپ کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں دولت کی بڑی فراوانی تھی۔ ایک گھوڑا، لاکھ درہم ہیں اور ایک کھجور کا درخت ہزار درہم میں بکتا تھا۔ اسی ایام میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا انتقال ہوا۔ اُن کی چار بیویاں تھیں۔ ہر بیوی کو جائیداد کا اپنے حصہ بطور میراث آنا تھا۔ ایک بیوی نے اپنا پورا حصہ لینے کی بجائے کچھ رقم لے کر صلح کر لی تھی وہ رقم ۸۳ ہزار تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں دینار اور بعض کہتے ہیں درہم۔ اسی حضرت عبدالرحمنؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے ترکہ کی تنائی میں سے ہر بدری صحابی کو چار چار سو دینار دیئے جائیں۔ اُس وقت ایک سو کے قریب بدری صحابہ موجود تھے۔ خود سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ثروت کا یہ عالم تھا کہ جس روز آپ کی شہادت ہوئی، آپ کے خزانچے کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار طلائی اور دس لاکھ درہم نقری نقد موجود تھے۔ دای القریٰ اور حبش وغیرہ میں آپ کے زمین دو لاکھ دینار کی تھی۔ بڑی تعداد میں اونٹ اور گھوڑے تھے۔ حضرت طلحہؓ کو عراق کی زمین سے ایک ہزار دینار یومیہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے زمینوں اور دوسری جائیداد کے علاوہ سونا چاندی

۳ شرح تفسیر شرح سراجیہ ص ۳۲

۱ سیرۃ النبی ص ۵۴۵ ج ۱

۴ تدوین حدیث مولانا گیلانی ص ۱۳۱

۱ استیعاب ابن عبد البر ص ۲۹۹ ج ۱

آتنا چھوڑا کہ تھوڑوں سے توڑ توڑ کر اسے پاشا گیا لے آمدنی کی مدد تھی وسیع تھی کہ افریقہ کی یہی جنگ تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تعینات فرمودہ گورنر مصر، حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح ہوئی اور اس کی غنائم کے خمس کے سلسلے میں مودودی صاحب نے طوفان برپا کر دیا ہے، اس میں شہیت کا مال اس قدر آیا کہ پوری فوج کے ہر گھوڑے سوار سپاہی کو تین تین ہزار دینار اور ہر پیادہ مجاہد کو ایک ایک ہزار اشرفی ملی گئے۔

لے یہ تمام اعداد و شمار مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۴ سے لئے گئے ہیں۔

لے عجیب اتفاق ہے کہ اس جنگ میں سالار اعلیٰ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح امینہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ میسر ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ اس لئے عرب مورخین اسے ”حرب العبادلہ“ کہتے ہیں۔

۳۔ یہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی سفارش سے ان کی جان بخشی ہوئی اور اس کے بعد ان کے حالات یہ کیونکر رہے، ابن عبدالبر کی زبان سنئے:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور پھر ان کا اسلام بچیتہ ہو گیا۔ ان کی طرف سے اس کے بعد کوئی قابل اعتراض چیز پیش نہ آئی۔ وہ

قریش کے نجیب، عقل مند اور بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ استیعاب ص ۳۹۳ ج ۱

مگر مولانا مودودی کو ایسی عبارتیں کیوں نظر آئیں؟ وہ تو اعتراض کرنے پر ادھار

باقی ص ۵۴ پر ملاحظہ فرمائیے

دولت کی اس ریل پیل میں اور فارغ البالی کے اس عالم میں اگر خلیفہ راستہ نہ لے  
 داد و دہش میں قیامت سے کام لیا تو کوئی اس پر ناک بھوں کیوں چڑھاتا ہے ؟

اگر مولانا مودودی کی نظر کتب حدیث کی اُن روایات تک نہیں پہنچی جو سیدنا  
 عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی اور بے دافع ٹھہراتی ہیں تو کم از کم وہ استیجاب میں حضرت  
 عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول دیکھ لیتے :

”لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر بعض ایسے امور کا اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ  
 وہ کام کرتے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا“ اے

مطلب یہ ہے کہ فی الواقع وہ امور قابل اعتراض نہیں تھے ؛ لوگوں نے خواہ مخواہ طعن  
 شروع کر دیا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ یہ حضرت عبداللہؓ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے  
 صاحبزادے اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ اُن کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس امر سے لگ  
 سکتا ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظمؓ نے وفات سے قبل چھ آدمیوں کو نامزد کر کے فرمایا کہ  
 ان میں سے کسی کو خلیفہ چُن لیا جائے تو حضرت عبداللہؓ کے بارے میں فرمایا یہ تمہارے ساتھ  
 موجود رہیں گے اور اگر تم میں اختلاف رائے ہو جائے کہ تین ایک طرف ہوں اور تین دوسری

بقیہ حاشیہ ۱۷۷۷ کھائے ہوئے ہیں اور حضرت عبداللہؓ بن سند کے بارے میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ اُن کا نام لیتے ہوئے جل بھیج جاتے ہیں۔ غضب ہے کہ اُن کے نام کے ساتھ

رضی اللہ عنہ تک کی رمز نہیں دیتے۔ خدا یا ! تیری پناہ !!

۷۷۷ ازاتہ الخفا ص ۲۳۲ ج ۲

سے استیجاب ص ۸۹ ج ۱

طرف، تو عید اللہ کو حکم بنالیں اور اس کے بعد جب سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت معاذیہ رضی اللہ عنہما کے درمیان محاکمہ کے لئے دومۃ الجندل میں حکیمان کا اجتماع ہوا تو اُس وقت بھی خلافت کے لئے آپ کا نام لیا گیا۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں :-

”وہ اُن افراد میں سے تھے جو خلافت کا بوجھ سنبھال سکتے تھے“

(تذکرہ الحفاظ ص ۲۵ ج ۱)

اور حدیث و سیر کی کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں اکثر ”ذکیل صفائی“ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر ایک مصری نے اُن کے سامنے حضرت عثمان پر چسپندر اعتراضات پیش کئے۔ انہوں نے ان کے اطمینان بخش جواب دینے کے بعد آخر میں فرمایا :-

إِنَّ هَٰذَا بَرَّهَا الَّذِي مَعَكُمْ

”اب یہ بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ“ (صحیح بخاری ص ۵۲۳ ج ۱)

اسے قدرت کا شکر کئے یا حضرت عثمانؓ کی کرامت کو ملاحظہ فرمادیں جو حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوائیوں کی شکایات کو ذرا ذرا کر دینی بنائے اور اُن کی بے مینگی کے اسباب و مضمون نکالنے میں ایسی چوٹی کا زور لگا کر بارہ صفحات سپاہِ کلمات ہیں اور پھر خود ہی فرماتے ہیں :

”انہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات کی ایک طویل فہرست مرتب کی جو زیادہ تر

بالکل بے بنیاد یا ایسے کمزور الزامات پر مشتمل تھی جن کے معقول جوابات دینے یا کئے تھے اور

اور بعد میں دینے بھی گئے۔۔۔۔۔ حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے

کہ حضرت عثمانؓ کی پوریشن صاف کی“ (رج۔ م ص ۱۱۷)



## تیسرا مسئلہ

اب تیسرا مسئلہ لیجئے۔ مولانا مودودی نے اپنی علت کے مطابق سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بھی معاف نہیں کیا اور تاریخی مصنف کی انتہاء تک پہنچ کر جناب موصوف کے بارہ میں ایک بات ایسی ڈھونڈ بھی لائے ہیں جس کے متعلق ان کا ارشاد ہے کہ اسے غلط کہنے کے سوا کوئی پارہ نہیں۔ ملاحظہ ہواقباس نمبر ۳۔

خداوند نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

قرآن جانے اس تاریخی واقعہ اور مجتہدانہ ذوق پر۔ احادیث نبویہ (علی اصحابہ الصلوٰۃ والسلام) پکار پکار کر تیرے خدا کو بے ادب قرار دے رہی ہیں اور مولانا مودودی اپنی دھن میں مگن ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو غیر معصوم ہو، خواہ مخواہ اس کی زندگی کو آلود اور ملوث ٹھہرایا جائے، اگر ہونا کلام کی اصطلاح "مخوف" آپ نے نہیں سنی، تو کم از کم کتب حدیث ہی کو اٹھا کر منافق علیؑ کا باب پڑھ لیا ہوتا۔

۷ کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کو زد و قاتلنا صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو اجسے گل کا ٹرانہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ کے بارہ میں چند احادیث ہم یہاں درج کرتے ہیں۔  
۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

القرآن مع علیؑ مع القرآن ومن يتصق قامته يبدأ  
علیٰ الخوض

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ

ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حرمس (کوثر) پر آپ نہیں گئے۔

۱۔ ازالۃ الخفاء بحوالہ حاکم و معجم طبرانی، جامع صغیر ص ۶۶ ج ۱،

۲۔ رحمہ اللہ علیہ الشہر الاحمر المحقق معہ حبیب دار

(ترمذی ص ۲۱۳ ج ۲)

اللہ علیہ رحم کسے، اے اللہ! تو حق کو اس کے ساتھ رکھ جس طرف  
بھی وہ رخ کرے،

۳۔ ترمذی ہی میں ایک طویل روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت علیؑ کو سالار فوج بنا کر بھیجا تو وہاں ایک ایسی بات پیش آئی جس پر چند لوگوں کو  
اغراض تھا۔ صحابہ میں سے پیار آدمیوں نے طے کیا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پاس جائیں گے تو آپؐ کو بتائیں گے کہ علیؑ نے کیا کیا ہے پہلے جب وہ لوگ واپس آئے تو  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ایک آدمی نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! دیکھئے علیؑ  
نے ایسا کار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرے نے  
اٹھ کر وہی بات کہی تو آپؐ نے اس سے بھی اعراض فرمایا۔ پھر تیسرا اٹھا تو اس سے بھی حضورؐ  
نے روگردانی فرمائی، چوتھا اٹھا تو اس نے بھی وہی بات دہرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ کے چہرے پر غضب کے آثار تھے اور تین دفعہ فرمایا: تم  
علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ علیؑ ٹھوسے میں اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میرے بعد ہر مسلمان کے  
دوست ہیں (ترمذی، اور مختصر ایہ روایت بخاری ص ۶۲۳ ج ۲ میں موجود ہے۔

لے مسند احمد میں ہے "تم علیؑ کو چھوڑ دو، علیؑ کو چھوڑ دو" حاشیہ ترمذی ص ۲۱۳

ان واضح احادیث کو چرچہ کرتا رہیں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد، جن کی زندگی بے داغ اور جن کی پیروی اور تقلید ہی راہ نجات ہے اُن پر مولانا مردودی کس طرح بے باکانہ اور بے جھجک تنقید کرتے ہیں۔ کیا چودھویں صدی کے کسی مسلمان کو اچھا ہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، یہ زیب دیتا ہے کہ وہ خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے متعلق اس آزادی سے فیصلہ دے۔ ہم مولانا کو اُن کے اپنے الفاظ میں بتاتے ہیں کہ:

”جن معاملات میں خدا اور رسول اپنا فیصلہ دے چکے ہیں، اُن میں کوئی مسلمان خود آواز نہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہے اور اس فیصلے سے انحراف ایمان کی ضرورت ہے۔“  
(دخ - م حد ۳۱)

مولانا مردودی نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر جو اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا اور وہ اس ”جرم“ کی اہمیت اور عظمت ان نقطوں میں ظاہر فرماتے ہیں:

”یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے“  
اور چند سطور کے بعد پھر فرماتے ہیں:

”بہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے سے سوا کوئی پیارہ نہیں۔“

اس اعتراض کا جواب تفصیل طلب ہے۔ یہاں پر مولانا مردودی کی اپنی اسی کتاب سے ایک اقتباس کا نقل کرو دینا کافی ہوگا۔ — مولانا نے اخیر کتاب میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح فقہ اکبر کا ایک طویل اقتباس درج کیا ہے جس کو وہ

”قابلِ دید“ بھی قرار دیتے ہیں اور مزید فرماتے ہیں :

اس بحث سے پوری شرعی پوزیشن کھل کر سامنے آجاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اور اُن کے مخالفین کے معاملہ میں اہل سنت کا اصل مسلک کیا ہے۔<sup>۳۲۲</sup>

شرح فقہ اکبر کی اس جملہ بلا عبارت میں چند مسائل سامنے آئے ہیں جن میں سے ایک زیر بحث سلسلہ ہے اس کے متعلق مصنف فرماتے ہیں :

”رہی یہ بات کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو قتل نہیں کیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ (میں قابلِ مذمت تھے بلکہ) بانی تھے۔ یا غی وہ ہوتا ہے جس کے پاس طاقت بھی ہوتی ہے اور اپنے فعلِ بغاوت کے جواز کی تاویل بھی، چنانچہ وہ لوگ طاقت بھی رکھتے تھے اور تاویل بھی پیش کرتے تھے۔ اُن کو حضرت عثمانؓ کے بعض کاموں پر اعتراض تھا اور اُن کی بنا پر وہ اپنی بغاوت کو حلال قرار دے رہے تھے اس قسم کے باغیوں کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ اگر وہ امام اور اہلِ عدل کی اطاعت قبول کر لیں تو پہلے جو کچھ بھی وہ اہلِ عدل کی جان و مال کا نقصان کر چکے ہوں اُس پر اُن سے مواخذہ نہ کیا جائے۔ اس بنا پر ان کو قتل کرنا یا انہیں قصاص کا مستحق نہ کرنے والوں کے حوالے کرنا حضرت علیؓ پر فواجیب نہ تھا اور جو فقہاریہ رائے رکھتے ہیں کہ ایسے باغیوں کا مواخذہ واجب ہے وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ امام کو انہیں اس وقت پکڑنا چاہیئے جب اُن کا زور ٹوٹ جائے اور اُن کی طاقت منتشر ہو جائے۔ اور امام کو یہ اطمینان ہو جائے کہ پھر فتنہ سر نہ اٹھائے گا۔ حضرت علیؓ کو ان امور میں سے کوئی بات بھی حاصل نہ تھی۔“



اخلاقت و ملکیت ص ۳۴۰-۳۴۱ بحوالہ شرح فقہ اکبر،

ایک سلیم الطبع اور متقیم العقل انسان کے لئے یہ بات کافی ہے۔ اب ہم یہ سوچتے ہیں کہ مولانا مودودی نے اس کے باوجود اپنا اعتراض قائم رکھا ہے تو اس کی کیا وجہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ اعتراض لکھتے وقت یہ عبارت اُن کے سامنے نہ ہو بلکہ میں اس پر اطلاع ہوئی ہو تو وہ ضمیمہ میں اس کی صفائی فرما دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ مولانا کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ ”یہ اُن کی ایسی کوتاہی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے اور انہوں نے ایک ایسا کام کیا ہے جسے غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“

سچہ اور یہ بھی ممکن ہے، ممکن ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے، کہ ملائین اور اعتراضات کا پورا سلسلہ مولانا کی اس قوت اجتہاد کے کرشمے میں جس کے متعلق وہ تجدید و ایما دیں میں فرماتے ہیں :

”اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لئے ایسی مستقل قوت اجتہاد پر درکار ہے جو بہترین سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور مہمان کی پابند نہ ہو۔“

اسی قوت اجتہاد پر کی بدولت اُن کا یہ اصول بن چکا ہے کہ جس عظیم سے عظیم شخصیت کو بھی مضرع بنایا اُس کو چھوڑا نہیں ہے۔

## ہیو ماسلہ

کتاب حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کے دوران ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس سے گزرے۔ وہ لوگ رو رہے تھے پوچھا تم روتے کیوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ کے پاس گئے اور آپؐ کو یہ بات بتائی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کو چادر کے کنارے سے باندھتے ہوئے باہر تشریف لائے، منبر پر چڑھ گئے، اور منبر پر سیارے کی آخری تشریف آوری تھی۔ اس روز کے بعد پھر آپؐ نے منبر کو شرف نہ بخشا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

أَوْصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ كُرْسِيٌّ وَعِيبَتِي وَقَدْ خَضُوا الَّذِي  
عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَأَقْبِلُوا مِنْ حَسَنَتِهِمْ وَتَجَاوَزُوا  
عَنْ سَيِّئَتِهِمْ -

(بخاری ص ۵۳ ج ۱، مسلم ج ۲، ترمذی ص ۲۳۰ ج ۲)

میں تمہیں انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں، وہ میرے ساتھی اور رازدار ہیں، جو کچھ اُن کے ذمہ تھا وہ ادا کر چکے ہیں۔ اُن کا حق باقی رہ گیا ہے تو تم اُن کے نیوکار سے قبول کرو اور غلطی کرنے والے سے درگزر کرو۔

اسی طرح سیدنا فاروق اعظمؓ نے بھی اپنی وفات سے پہلے فرمایا تھا:

”جو شخص میرے بعد خلیفہ بنے، میں اُسے وصیت کرتا ہوں کہ مجاہدین اور کین کا حق پہچانے اور اُن کا احترام ملحوظ رکھے۔ میں اُسے انصار کے بارہ میں بھلائی کی

وصیت کرتا ہوں جنہوں نے کراؤں کے نیکو کار سے نیکی، قبول کرے اور اُن کے

قلم کار کو معاف کر دیا جائے“ (بخاری ص ۵۲۳ ج ۱)

اب ہم مولانا مودودی سے پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ اور فاروق اعظمؓ کی یہ وصیت دین ہے یا نہیں۔ اگر یہ دین ہے تو بتائیے وہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ ان دونوں روایتوں کا تعلق بظاہر صحابہ کرام سے ہے۔ ہم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں کہ صحابہؓ کو بجائے خود رہے، دین ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہر وہ شخص جو ذمی بنیت اور نیک دیار ہو نہ ہونے کی وجہ سے کچھ مقام رکھنا ہو، اگر اُس سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کے بارہ میں نرمی اور تسامح سے کام لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقبلوا ذوی الدینیات عتوا تمم الا الحدود

(مشکوٰۃ ص ۱۱۸ بحوالہ البرداد)

نیک لوگوں کے بارہ میں حدود کے پاس سوا دوسری کوتاہیوں سے درگزر

کیا کرو۔“

فرمائیے! اب بھی آپ کے بے جا تشدد اور زیادتی کی کوئی وجہ حجاز باقی رہ گئی ہے۔

۵۔ بدو این دافع ہر مرغ و گزند

کہ غنقا را بلبستہ بہت آشیانہ

۱۔ قارین کے اضافہ معلومات کے لئے ہم نے یہاں پر مختصراً اس مضمون کو مختصر کیا ہے۔

درہ تو اس بارہ میں واضح احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں اور آئندہ اوراق میں

بھی یہی سلسلہ زیر بحث آئے گا۔

## سنگ دلی کی آنتہا

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے جو بیعت لی تھی اس کا موجب وہ افواہ تھی جو حضرت عثمانؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تھی کہ انہیں مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے لہٰذا پورا واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے، ہم تاریخین کو صرف چند نکات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خون عثمانؓ اتنا قیمتی تھا کہ حضورؐ

جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور ڈیڑھ ہزار صحابہؓ سے بھی بیعت لی سے

اشک آلود ہوئی مہیر سے لئے چشم حمال

مجھ سا دنیا سے محبت میں گنہگار نہیں!

● ڈیڑھ ہزار صحابہؓ نے خون عثمانؓ کو اتنا قیمتی قرار دیا کہ جاں قربان کرنے

کے لئے تیار ہو گئے۔ بہت سے صحابہؓ راوی ہیں کہ ہم نے فرما جانے پر بیعت کی تھی۔

● بیعت کے بعد جہاد کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ بیعت ہی اللہ کے نزدیک

اتنی مقبول ہوئی کہ اس کے صلہ میں صحابہ کرامؓ کو لقمہ رضی اللہ عنہ

الموتین ام کا اعزاز عطا فرمایا گیا۔ اور یہ وہ اعزاز ہے جو کوئی

تیرہ جنت ان سے بھیجیں نہیں سکتا۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کا صلہ یہ عطا فرمایا کہ اعلان



فرمادیا :

لَسْتُ بِسَالِحٍ لِّلنَّارِ أَحَدٌ شَهِدَ الْعَدِيْبِيَّةَ

کوئی شخص جو عدیبہ میں موجود تھا دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اللہ اللہ! ایک طرف خون عثمانؓ، خدا، اُس کے رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کے

تزویدیک تناگراں بہا اور بیش قیمت ——— اور دوسری طرف ——— مولانا

مودودی یہ کہہ کر اُس کو ارزاں بنا دیتے ہیں کہ

۱: حضرت عثمانؓ کی اپنی پالیسی لوگوں کے لئے بے الینائی کا باعث بنی تھی۔ (ص ۱۱۵)

ب: طلیف وقت کا اپنے خاندان کے آدمیوں کے پے درپے مملکت کے اہم ترین مناصب

پر مامور کرتا جائے خود کافی وجہ اعتراض تھا۔ (ص ۱۱۵)

ج: اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں بڑے دور رس اور خطرناک نتائج

کی حامل ثابت ہوئیں۔ (ص ۱۱۵)

د: حضرت عثمانؓ کی پالیسی بلاشبہ غلط تھی اور اس کو خواہ مخواہ صحیح ثابت کرتے کی

کوشش کرنا عقل و انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے۔ (ص ۱۱۵)

۲: حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کی شکایت و زلی تھی۔ (ص ۱۱۵)

۳: یہ بھر جو لوگ قاتلان عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ کر آئے، اُن کے متعلق مولانا

مودودی انکوائری مکمل کرنے کے بعد یہ رپورٹ دیتے ہیں کہ انہوں نے غیر قانونی روش

اختیار کی، بالخصوص حضرت معاویہؓ نے تو تحقیق جاہلیت قدیمہ کے طرز پر عمل کیا اس لئے وہ

سب لوگ غلط کار اور مجرم ہیں۔ مولانا مودودی کی یہ انکوائری رپورٹ احکم الحاکمین

کے پاس پہنچ چکی ہے۔ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

آئیے، خون عثمان کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے ذرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجیے۔ جنگ جمل کے دن آپ کہتے تھے:-

”اے اللہ! میں تیرے سامنے خون عثمان سے براہت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس روز میرے ہوش اڑ گئے تھے اور میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ لوگوں نے مجھ سے بیعت لینے کو کہا تو میں نے جواب دیا کہ بخدا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ وہ عثمانؓ بنی سے فرشتوں کو شرم آتی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کا لحاظ فرماتے ہوں، وہ شہید ہو کر بے گور و کفن چھپے ہوں اور میں بیعت لے لوں۔ لوگ والہی ہو گئے جب عثمانؓ دفن ہو گئے تو وہ پھر آگئے اور بڑے اصرار کے ساتھ مجھ سے بیعت کی درخواست کی میں نے کہا اے اللہ! مجھے ان زیادتیوں سے ڈر لگتا ہے جو لوگوں نے عثمانؓ کے ساتھ کیں۔ بہر حال ان کے شدید اصرار پر میں نے بیعت تو قبول کر لی، جب انہوں نے مجھے امیر المؤمنین، کہہ کر دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل پٹھا جاتا ہے“

(ازالۃ الخفاء ص ۳۳۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵ بحوالہ حاکم)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو یہاں تک فرما چکے ہیں:-

”اگر لوگ خون عثمانؓ کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے ان پر سنگباری ہوتی“

(تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵ بحوالہ ابن عساکر)

ظالمو! کیا اب بھی تم غلیظہ منقولہ کا خون بہانے والوں کی شکایات کو ذنی بتائے جاؤ گے؟  
سے تردامنی پر، شیخ! ہماری، نہ جاؤ

## خیالات کا طرفہ معجون

مولانا مودودی کو صحابہؓ کی پالیسی پر اعتراض ہے۔ ہماری سمجھ میں اُن کی روش نہیں آتی کہ وہ متضاد خیالات کیوں پیش کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ صحابہؓ کی عظمت کے گن گاتے ہیں۔ دوسری طرف اُنہیں لاگ تنقید کے نشتر میں اُن کے بارہ میں گستاخوں پر اتر آتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ خلافت راشدہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

”خلافت راشدہ، محض ایک سیاسی حکومت نہ تھی، بلکہ نبوت کی مکمل نیابت

تھی۔۔۔۔۔ یہ کمنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ صرف خلافت راشدہ ہی نہ تھی

بلکہ خلافت مرشدہ بھی تھی“ (ج-۲ ص ۱۰۵)

اور اس کے بعد جو بٹا کھایا ہے تو ایک درجن صفحات حضرت عثمانؓ، خلیفہ راشد سوم

کی برائیاں گنوانے میں خرچ کر دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۱۱۰ تا ۱۱۱ اسے پھر اُن سے

فارغ ہوئے تو خلیفہ راشد چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ کی ”خیر لیس“ میں صرف ہو گئے، ملاحظہ

ہو صفحہ ۱۲۶ سبحان اللہ!

پڑھنے والا آدمی سوچتا ہے کہ کیا یہی نبوت کی مکمل نیابت ہے یا اور اسی کا نام خلافت

راشدہ ہی تھیں بلکہ خلافتِ مرشدہ اور خلافتِ علی المہتاج النبیوت ہے ؟

ان اوراق کا مطالعہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہارِ شاد و گرامی بھی مد نظر رہے جو حضور نے ایک وعظ کے دوران فرمایا اور وعظ بھی کیا یہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ وہ وعظ بڑا بلند اور پُر اثر تھا جس کی وجہ سے آنکھیں اشکیارہیں، دلوں میں خوفِ خدا کے جذبات موجزن تھے۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو ایسا وعظ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپؐ ہمیں داغِ مفارقت دینے والے ہیں تو ہمیں کچھ وصیت فرما دیجئے، ارشاد فرمایا:

أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ

عَبْدُ الْمَنْثِقِ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَيَسْرِى الْخِلَافَةَ

كَثِيرًا - فَعَلَيْكُمْ بِسُنَنِ رَسُولِ الْخُلَفَاءِ الْأَشْهُدِ

الْبَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَصُوا عَلَيْهَا بِالسُّنَنِ

وَأَيَّكُمْ وَتَحَدَّثَاتِ الْأَعْرَافِ فَإِنَّ كُلَّ مَحْدَثَةٍ بَدْعَةٌ

وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ -

مشکوٰۃ ص ۲۹، ۳۰ بحوالہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے امیر کی بات سننا

اور اُس کو ماننا، اگرچہ وہ عیسیٰ غلام ہو۔ تم میں سے میرے بعد جو زندہ رہے

جائے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا۔ تو تم میرے طریقہ اور خلفائے راشدین

جو ہدایت یافتہ ہوں گے کی روش اپالیں، کو لازم پکڑنا، اُس کے ساتھ چمت

جانا اور اُسے دانتوں سے قابو کر لینا، نئی نئی نکل ہوئی باتوں سے بچنا، کیونکہ ہر

نئی نکل ہوئی چیز بدعتِ بدوگی اور ہر بدعتِ گمراہی بدوگی۔





نظر انداز نہیں کر سکتا۔

۳: عقیدہ اہل سنت کی توضیح کرتے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

”خلفاء راشدین کے بارے میں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الناس ابو جبر صلیقؒ ہیں، پھر عمر بن الخطابؓ، پھر عثمان بن عفانؓ، پھر علی بن ابی طالبؓ، یہ سب حق پر تھے اور حق کے ساتھ رہے۔“

صحابہ کرام کے بارے میں:

”ہم صحابہؓ کا ذکر جیلان کے سوا اور کسی طرح نہیں کرتے ..... اگرچہ صحابہؓ کی خانہ جنگی کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے ظاہر کرنے سے دریغ نہیں کیا ہے، چنانچہ وہ صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی جن لوگوں سے بھی جگہ ہوئی، ان کے مقابلہ علیؓ زیادہ برسرِ حق تھے، لیکن وہ دوسرے فرقہ کو مطمئن کرنے سے قطعی گریز کرتے ہیں۔“

اہل سنت کا یہ عقیدہ بیان کرنے کے باوجود ارحامی صفحات اس کی مخالفت میں لکھ مارے ہیں۔ ماشاء اللہ!

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

”مولانا مودودی زندہ باد! خلافت و ملکیت پائندہ باد!“

مولانا مودودی اور ان کے ”ہم مسلک“ حضرات لبا اوقات حضرات صحابہ کرامؓ

بالترسلف کو جھوٹی سچی روایت کا سہارا لے کر اپنے اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں اور پھر کوئی انہیں ٹوکے تو کہتے ہیں ”صاحب! یہ لوگ کوئی معصوم تھوڑے ہی ہیں، عصمت تو حضرات انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے“ اسی استدلال سے مولانا مودودی نے اپنی اس کتاب میں کام لیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۶۔ اُن سے پوچھا جائے کہ حضرت! کیونکو لازم آگیا کہ جو بھی ”غیر معصوم“ ہو، اُس کی طرف جو بُرائی کسی نے منسوب کر دی ہو وہ یقیناً اُس سے ملوث ہو گا۔ حضرات صوفیہ کرام کی اصطلاح ”اولیاء محفوظ ہوتے ہیں، تو شاید آپ کی سمجھ میں نہ آ سکے محدثین ہی سے کچھ سُن لیجئے: امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:-

”ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جس کے بارے میں حضورؐ نے عصمت کی شہادت دی ہو، اُس کے سوا کسی کے معصوم ہونے کا یقین تو نہیں کرتے لیکن ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق حسن ظن رکھیں، ہر بُری بات کی اُن سے نفی کر دیں اور اگر روایت میں تاویل کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو اُس کے روادے کو جھوٹا کہ دیں“ (شرح مسلم ص ۹۰ ج ۱۲)

م: یہ تضاد بیانی کی ایک اور واضح مثال ملاحظہ ہو:-

<p>حضرت ابو بکرؓ سے لے کر امیر معاویہؓ تک، پچاس برس کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حکومت حاصل کرنے کے لیے لڑنا اور کشت و خون کرنا ہرگز ان کا مسلک نہ تھا۔</p>	<p>”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے طر کر خلافت حاصل کی، مسلمانوں کے رہنی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا، وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔“</p>
---	--

(پمفلٹ ”شہادت امام حسین“)

(خلافت و ملکیت ص ۱۵۸)

# اصحاب کلمہ عدول کی بحث

مولانا مودودی فرماتے ہیں :

”صحابہ کرام کے متعلق میرا عقیدہ یہی ہے جو عام محدثین و فقہاء اور علماء امت کا عقیدہ ہے کہ ”کلمہ عدول““

(خلافت و ملوکیت ص ۳۰۳)

اس بارہ میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق علماء امت کا کیا عقیدہ ہے اور وہ کلمہ عدولؓ سے کیا مراد لیتے ہیں۔ پھر دیکھا جائے کہ کیا مولانا مودودی اس عقیدہ میں علماء امت سے ہم آہنگ ہیں یا ان کے برخلاف انہوں نے اپنی راہ الگ اختیار کی ہے۔ حوالہ جات ذیل ملاحظہ ہوں :

۱۔ امام طحاویؒ جو علم حدیث کے بلند پایہ امام اور فقہ حنفی کے ستون ہیں، اپنے رسالہ عقیدہ علماء میں فرماتے ہیں :

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحابؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ ان

میں سے کسی کی محبت میں کوتاہی کو روا نہیں رکھتے۔ جو ان سے بغض رکھتا ہو اور

بھلائی کے بغیر ان کا ذکر کرتا ہو۔ ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم بھلائی کے بغیر

ان حضرات کا تذکرہ نہیں کرتے۔ ان سے محبت رکھنا دین، ایمان اور نیکو کاری

ہے، ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور گمراہی ہے۔ . . . . . جو شخص



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، آپ کی ازواج اور اولاد کے بارہ  
میں جائزات کے گاہ وہ نفاق سے بری ہو گا۔ علمائے سلف صالحین، تابعین، تابعین  
اُن کے بعد آنے والے محدثین اور فقہاریں کے بغیر اُن کا ذکر نہیں کرتے اور  
جو برائی سے اُن کا نام لے گا وہ سیدھے راستے پر نہیں ہوں گا۔

۲۔ علامہ نقاش زانی جنہیں اہل تشیع بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اپنی مشہور کتاب  
شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں۔

”صحیحہ کا ذکر بھلائی کے بغیر کرتے سے زبان روک لی جائے کیونکہ ان کے فضائل  
اور ان پر حدیث گیری سے رکاوٹ کے بارہ میں صحیح حدیثیں موجود ہیں ....  
ان کے درمیان جو جھگڑے اور ٹرائیاں تھیں، اُن کے بارے میں تاویلات  
سے کام لیا جاسکتا ہے۔ بہر حال انہیں برا بھلا کہنا اور اُن پر نکتہ چینی کرنا اگر قطعی  
دلائل کے خلاف ہے تو کفر ہے ورنہ توہمت اور فسق“ ۱۲۵

۳۔ ہم صحابہ کا ذکر بھلائی کے سوا اور کسی طرح نہیں کرتے“ (شرح فقہاء)

ملا علی قاریؒ کی جلالت شان مولانا مودودی کو بھی تسلیم ہے اور انہوں نے خود بھی  
اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر عقیدہ اہل سنت کے ذیل میں قیلول نقل فرمایا ہے اور ہم یہ سمجھنے  
سے بالکل نااصر ہیں کہ جب مولانا مودودی اعتقاد اور عملاً اہل سنت کے اس  
عقیدہ سے اختلاف کرتے ہیں تو اس حملہ کے نقل کرنے سے اُن کی کیا عرض ہے۔

۴۔ عقائد کی مشہور اور مستند کتاب مسابره ابن التمام مع شرح مسابره میں ہے۔

اہل سنت و الجماعت کا اعتقاد ہے کہ تمام صحابہؓ کو جو بآبے گناہ مانا جائے۔

اُن میں سے ہر ایک کے لئے عادل ہونے کا اعتراف کیا جائے اور اُن پر اعتراض

کرنے سے زبان کو روک لیا جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف کی ہے اُن کی تعریف کریں،  
.....

حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں اس سبب سے ہوئیں کہ حضرت معاویہ اور اُن کے ساتھی قرابت داری کی بنا پر حضرت عثمان کے ناقلین کا مطالبہ کرتے تھے، تو یہ سب کچھ دونوں طرف کے اجتہاد پر مبنی تھا اَللّٰہُ

مسیارہ ص ۲۶۹

۵۔ سرتاج اولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی ج، جو فقہی لحاظ سے حضرت امام احمد بن حنبل کے پیرو ہیں، اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں خلافت کے مسئلہ پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رہی یہ بات کہ حضرت علیؑ نے ظلم، فساد، غلبہ، عاشر اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے لڑائی کی تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اُن کے آپس میں جتنے بھی جھگڑے اور اختلاف ہوئے، اُن سب سے زبان بند رکھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ چیزیں ان کے درمیان سے نکال دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا

وَمَنْ عَمَّا فِي صُدُورِهِمْ شَيْءٌ يَخْتَوَا نَسْتَكِلِيهِ  
مُتَقَبِّلِينَ ۝

اُن کے سینوں میں جو میل ہوگا اُسے ہم نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بن کر پلنگوں پر ایک دوسرے کے آگے سامنے ہوں گے۔

اور دوسری بات یہ ہے، کہ حضرت علیؑ اُن کے ساتھ لڑنے میں حق بجانب

تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو امام برحق سمجھتے تھے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحابہؓ میں سے اربابِ حل و عقد آپ کی امامت اور خلافت پر اتفاق کر چکے تھے۔ اب جو بھی اس سے باہر گیا اور نیرِ آذما ہوا وہ حضرت علیؓ کے نزدیک، باغی ٹھہرا، اس لئے اُس سے لڑنا جائز ہوا۔ دوسری طرف جن لوگوں نے آپ سے لڑائی کی... یعنی امیر معاویہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ، خلیفہ برحق حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو ناحق شہید ہوئے تھے اور آپ کو شہید کرنے والے اب حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے... اس لئے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گیا تو ہمارے لئے بھی بہتر ہے کہ ہم اس بارہ میں اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور یہ معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔

..... حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول کی شرح میں نقل کرتے ہیں **حُكْمُهُ تَرْسُولُ اللَّهِ مُحَمَّدُ اللَّهِ** کے رسول ہیں، **وَاللَّهِ يَنْفَعُهُ** جو لوگ آپ کے ساتھ رہے، یعنی دکھ اور کھ میں، غار اور خمیر میں، اور وہ البرکات ہیں۔ **أَمْسَدَ اللَّهُ عَلَى الْكُفَّارِ كَافِرُونَ** پر سخت ہیں، اس کا مظہر ائمہ عرینِ خطابؑ ہیں **رُحَمَاءُ يَنْبَغِي لَهُمْ أَلْسِنٌ** میں مہربان ہیں، اس کا کمال نمونہ عثمانؓ ہیں **مَنْ هَضَمَ رُكْعًا سَعَيْدٌ** تم انہیں رکوع سجود میں دیکھتے ہو اس کی بہترین مثال علیؓ ہیں **يَنْبَغِي لَهُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ** کا فضل اور اس کی رضامندی دھونڈتے ہیں، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ٹھہ بیان تک انقباس کی عبارت **شَهِدَ اللَّهُ وَلِلَّهِ نَبِيُّ قُرَّةِ الْعَيْنِ** میں نقل

و حمارى علمو اور زير سبيها همتى فى وجوههم من الشرائع

سید کے نشان سے اُن کے چہروں میں اُن کی علامت موجود ہے جیسا کہ سعید

سعید، عبدالرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ یہ دس حضرات ہیں ....

اہل السنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ میں جو اختلاف ہوئے، اُن سے

دُکنا ضروری ہے، اُن کے عیوب سے زبان بند رکھیں، اُن کے فضائل اور محاسن

ظاہر کریں اور اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔

(غنیۃ الطالبین، بیان عقائد اہل السنّت)

۶۔ فقہ شافعی کے جلیل القدر عالم اور مصنف علامہ عید الوباب شہرانیؒ اپنی کتاب

الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الکبار میں فرماتے ہیں۔

”مبحث ۴۲ اس بات کے بیان میں کہ صحابہؓ میں جو اختلاف رہے اُن سے اپنی

زبان کا ردِ کنا ضروری ہے اور یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اُن سب کو اللہ کے

نزدیک ثواب ہوگا اس لئے کہ باتفاق اہل سنّت وہ سب کے سب عادل ہیں،

جن لوگوں نے ان جھگڑوں، مثلاً حضرت عثمانؓ کے دور میں یا حضرت معاویہؓ اور

جل کے واقعات میں، حصہ لیا، وہ بھی اور جنہوں نے حصہ نہ لیا، وہ بھی، اور اُن کے

بارہ میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اُن کے ان کارناموں کو اجتہاد پر محمول کر کے

ایسا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان تمام واقعات کا دار و مدار اجتماع پر تھا۔“

ص ۷۴، راج ۲

۷۔ فقہ مالکی کے بلند پایہ عالم اور جلیل القدر محدث علامہ ابن دقیق العیدؒ اپنے عقیدہ

میں مندرجاتے ہیں:-



”صحابہ کے آپس کے اختلافات کے سلسلہ میں جو کچھ منقول ہے، اس میں سے بعض چیزیں بالکل غلط اور جھوٹ ہیں، اس لئے وہ قابل توجہ نہیں ہیں اور جو باتیں پایہ ثبوت تک پہنچتی ہیں، ہم ان میں بھی مناسب تاویل سے کام لیں گے، کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی تعریف ہو چکی ہے اس کے بعد جو بات نقل کی جائے گی، وہ شکی بات ہوگی اور اس میں تاویل کی گنجائش ہوگی اور شبہی، وہی بات نچتہ اور یقینی چیز کو غلط نہیں قرار دے سکتی۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لو۔“  
(شرح فقہ اکبر ص ۸۶)

۸۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے زیر بحث مسئلہ پر اپنی متعدد تصانیف میں بڑی بے لوث سے کلام کیا ہے۔ اُن کے رسائل اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ الرصیۃ الکبریٰ... اور العقیدۃ الراسخیۃ میں یہ منامات قابل دید ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ صحابہؓ میں جو اختلاف ہوا، اُس کے بیان کرنے سے باز رہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس بارہ میں جو منقول ہے اس میں سے بعض چیزیں بالکل جھوٹ ہیں، پھر وہ لوگ مجتہد تھے، جن کا اجتہاد صحیح ہوا، اُن کو دُہرا ثواب، اور جن سے اجتہاد ہی غلطی ہوئی، یکم کرشش کا ثواب اُن کو بھی ملے گا۔ اُن کی غلطی اور جو کرنا ہی اُن سے ہوئی وہ معاف ہو جائے گی۔“

اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے حضرات جو اُن کے ساتھ لڑے، اُن سب سے افضل تھے کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت مسلمانوں میں اختلاف ہوگا تو ایک ٹولہ

الک نکل جائے گا، اخراج مراد ہیں، تو مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو حق کے زیادہ قریب ہو گا وہ انہیں مارے گا، بعد میں یہ سعادت حضرت علیؑ کے حصہ میں آئی، اس حدیث میں دلیل ہے کہ ہر گروہ کے ساتھ حق تھا اور حضرت علیؑ متحقق کے زیادہ قریب تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بھی حقوق ہیں جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسانید اور مستن میں روایت ہے کہ حضرت عباسؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض لوگوں کی درشتی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ لوگ اُس وقت تک بہشت میں نہیں جائیں گے جب تک کہ میری وجہ سے تمہارے ساتھ محبت نہ رکھیں۔“

(الوصیۃ الکبریٰ)

۹۔ امام احمد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:-

”ہم بھلائی کے بغیر صحابہؓ کا نام لینے سے اپنی زبانوں کو روک رکھیں۔ وہ دین میں ہمارے امام اور پیشوا ہیں۔ انہیں بُرا بھلا کتنا حرام ہے اور ان کی تعظیم کرنا واجب ہے۔“

(تقیات البیہ ص ۱۳۸)

۱۰۔ قاضی عیاضؒ نے اپنی نامور تصنیف ”شفا“ میں اس عنوان پر ایک مستقل فصل قائم کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

”و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپؐ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک شعبہ یہ ہے کہ آپؐ کے اصحابؓ کی بھی عزت کی جائے۔ ان کی تعریف اور ان کے حق

میں دعائے مغفرت کی جائے، اُن میں جو استغاثات ہوئے، اُن سے زبان کو روک  
 لیا جائے، جو اُن سے دشمنی رکھے، اُن سے عداوت ہو۔ مورخین نامدان راویوں  
 اور گمراہ شیعہ اور اہل بدعت سے جو باتیں اس قسم کی منقول ہیں کہ کسی صحابی کی  
 نشان اُن سے مخرج ہوتی ہے، انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ آپس میں اُن کے جو  
 جھگڑے ہوئے، اُن کے بارہ میں عمدۃ تادیبات اور مناسب توجہ سے کام لیا جائے  
 وہ اس کے حق دار ہیں۔ کسی کا ذکر برائی سے نہ کیا جائے۔ کسی پر کوئی حرف گیری نہ  
 نہ کر جائے بلکہ اُن کی نیکیوں، اُن کے فضائل اور قابل تعریف کارناموں کا ذکر کیا  
 جائے اس کے ماسوا سے زبان روک لی جائے۔ ..... چند آیات اور  
 احادیث نقل کرنے کے بعد، ایک حدیث میں آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اعلان فرمایا، لوگو! میں اب بکشتے راضی ہوں، تم خوب یہ بات جان لو۔ لوگو!  
 میں عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ، جعفرؓ، زبیرؓ، سعدؓ، سعیدؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ سے احمق  
 ہوں، تمہیں یہ معلوم رہے لوگو! اللہ نے اہل برادر اور اہل حدیث کی مغفرت کا اعلان  
 فرمادیا ہے، لوگو! میرے اصحاب، میرے کسب الی قرابت واروں اور میرے  
 دامادوں کے بارے میں میرا خیال رکھنا، کل کو تمہارے خلاف کوئی مطالبہ نہ کر کھڑا  
 نہ ہو کیونکہ اُن کے خلاف زیادتی کل قیامت کو معاف نہیں ہو سکے گی۔ ایک شخص  
 نے معافی بن عمرؓ سے پوچھا، حضرت مسافرؓ کے مقابل میں عمرؓ کی عداوت کی

لے یہ بزرگ موصول کے تھے۔ امام سہیان ثورنی انہیں یا قوتہ اللہ کہتے۔

کیا حیثیت ہے؟ وہ ناراض ہو گئے اور کہا، صحابہؓ کے ساتھ کسی اور کو کب  
نسبت؟ معاویہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے صحابی، آپ کے قرابت دار، اور  
کانتب اور اللہ کی وحی کے بارہ میں آپ کے امین ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا۔ حضورؐ نے  
اُس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا، یہ شخص عثمان سے عداوت رکھتا تھا، اس لئے  
اللہ نے اسے رائدہؓ درگاہ کمرہ دیا۔ . . . . امام مالک فرماتے ہیں نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے معلم ہیں۔ اللہ نے آپ کو ہماری ہدایت کے لئے  
بھیجا اور آپ کو نکتہ للعالمین بنایا۔ آپ آدمی رات کو بقیع کے گورستان میں تشریف  
لے جاتے، صحابہؓ کے لئے دعائیں کرتے، . . . . .

۔ . . . . - منفرت مانگتے

اس انداز سے کہ گویا آپ انہیں الوداع کمرہ رہے ہیں۔ یہ سب کام آپ اللہ کے حکم سے  
کرتے اجرا بگاہ ایزدی میں اُن کے تقرب کی دلیل ہے، اور پھر آپ نے ہمیں علم  
دیا ہے کہ ہم صحابہؓ کے ساتھ دل و جان سے محبت رکھیں۔

(شفاء صراحت ۳)

یہ اقتباس بھی خاصا طویل ہو گیا ہے لیکن کیا کریں،  
۴ لہذا بود حکایت، دراز تر گھستم

۱۱۔ علامہ شہاب الدین خفاجیؒ شرح شفا میں فرماتے ہیں:-

”صحابہؓ سب کے سب عادل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الشریعینؒ (استاد امام غزالیؒ)  
نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ چھوٹے بچوں یا بڑے سب کے عادل سمونے پر



علماء امت کا اتفاق ہے، اس لئے اپنے اپنے اجتہاد کی بنا پر بعض حضرات سے

جو کام سرزد ہوئے، اُن کی وجہ سے اُن پر تنقید کرنا جائز نہیں ہے.....

(نسیم الریاض ص ۲۳۹ ج ۳)

علماء امت کی ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت سوا الصحابہ کلم علی کہتے ہیں تو بات میں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ عقیدے کی پوری عبارت یہ ہے۔

”صحابہ شریعت کے سب عادل ہیں اس لئے ہم جہلانی کے سوا ان کا ذکر نہیں کرتے“

اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں کہ کیا مولانا مودودی کے نظریات، امام اعظم، امام مالک، اکابر محدثین، فقہاء و علماء امت کے متفقہ عقیدے سے میل کھاتے ہیں یا وہ کعبہ کی بجائے ترکستان کی شاہ راہ پر چل رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک مولانا نے کٹ چھانٹ کر کے جو چہرہ تیار کیا ہے، وہ اس عقیدے کے بدن پر فٹ نہیں آتا اور تلخ نوائی معات، ہر توہم ترجمان القرآن کی زبان میں عرس کریں گے۔

”سنیّت کا انکار کر کے تمہیں دادی میں چاہو، بیشک..... اہل سنت والجماعت

کو تم سے بحث نہیں ہوگی، لیکن سنی کلمہ کے قہیں ان کی توہین کرنا کا حق ہے، جن کی

پیروی امت کے لئے خود ایمان اور ذریعہ نجات قرار دی گئی ہے۔“

(ترجمان القرآن شمارہ - ۲ تا ۵ ج ۳۳)

سے حافظائے خرد و زندگی کن و سنے ،

دائم تزدیر ممکن چو دگران مستدآن را

## مولانا مودودی کا ایک مغالطہ اور اس کی تردید

مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

”میں ’الصحاب کلم عدول کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں  
کا ہر ایک قسم کی بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کبھی کسی نے غلطی نہیں  
کی بلکہ اس کا مطلب یہ لیتا ہوں ....“

بجا ارشاد ہوا ہے لیکن ذرا یہ تو فرمائیے کہ وہ معنی علماء امت میں سے کس نے بیان  
کیا ہے جس کی تردید اتنی شد و مد سے ہو رہی ہے ؟ بلکہ جس تشریح کو ’ایجاد بندہ‘ بتایا جا  
رہا ہے وہ البیواقیۃً والجواہر وغیرہ میں موجود ہے لیکن آپ کے بیان کردہ مطلب  
یعنی یہ کہ صحابہ سب کے سب راستباز اور بحیثیت رواقہ حدیث قابل اعتبار

ہیں — درست مان لینے کے بعد سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ بشری کمزوریوں کی بنا پر  
صحابہ سے بعض انحال کا جو صدور ہوا تو ان کا ذکر کس انداز سے کیا جائے ؟ علماء امت یہ کہتے  
ہیں کہ اقل تو ایسی چیزیں بیان ہی نہ کرو۔ اگر ضرورت پڑنے پر ان کا اظہار کرو تو احتیاطی خطا  
قرار دے کر اور مناسب تاویلات سے کام لیتے ہوئے تلافی کرو تاکہ صحابہ کی توقیر و تہنیت میں  
کوئی فرق نہ آئے۔ دین سے اعتماد نہ اٹھ جائے، یہی تعلیم قرآن و حدیث کی ہے اور اسی پر  
علماء امت کا اتفاق ہے مگر مولانا مودودی کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کا ایک بڑا استدلال  
ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں :-

”اگر الصحابۃ العدول کا یہی مطلب ہے کہ ان کی غلطیوں کا ذکر نہ کیا جائے تو

ماعتِ اسلامی اور غامدیہ کے واقعات کتب حدیث میں نہیں ہونے چاہئیں۔

جنگِ جمل اور صفین کے واقعات کا انکار کرنا پڑے گا۔ وغیرہ وغیرہ (مخلصاً)

حد برکتی مولانا کی سطحیت کی۔ اُن سے کون کسے کہ حضرت! کتب حدیث میں جہاں اس

قسم کے واقعات آئے ہیں وہاں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن سے صحابہؓ کے بارہ میں غلط

تأثر لیتے اور بے اعتمادی پیدا ہونے کا اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔ بات طویل ہو جائے گی لیکن

نامناسب نہیں ہوگا اگر ہم بطور نمونہ اس کی چند مثالیں قرآن و حدیث سے پیش کر دیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا عَصَى آدَمُ

رَبَّهُ فَنَحَاىَ اور پھر متصل ہی فرمایا ثُمَّ اجْبَتْهُ رَبُّهُ فَنُكَتَ عَلَيْهِ

وَهَدَىٰ ہ اور اس سے پہلے فرمایا فَتَسَبَّى وَلَكِنْ تَجِدْنَاهُ عَنِ مَادٍّ

۲۔ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے جھوٹے بیاتے بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے اجازت مانگی کہ وہ پیچھے رہ جائیں۔ حضورؐ نے اس کی اجازت دے دی۔

اب اس کے بعد اللہ کی طرف سے جو دمی آئی تھی، اس کا اندازِ مخاطب قرآن

پڑھ کر دیکھئے :

عَفَاَ اللّٰهُ عَنْكَ اِمَّا اَنْتَ كَذِبٌ

اللہ نے تو آپ کو معاف کر دیا ۲ لیکن، آپ نے انہیں اجازت

کیوں دے دی تھی۔

معافی کا اعلان پہلے کر دیا ہے اور پھر چالِ بعد میں۔ اس کی تفصیل شغافیں دیکھئے۔

۳۔ غزوہ اُحُد کے موقع پر انصار کے دو خاندان بنو حارثہ اور بنو سلمہ سمیت مارنے



لگے تھے کہ انہیں بھی منافقین کی طرح پیچھے گھر میں بیٹھ رہنے کا خیال ہوا، لیکن صرف دوسرے ہی دلوں میں گزرا، اللہ کے فضل نے اُن کی دستگیری کی اور وہ ہمہ بین جہاد میں آگئے۔ قرآن میں اس واقعہ کا بیان ان الفاظ سے ہوا ہے۔

مِنْ اِنْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَ اللّٰهُ وَ يَتَّهَمٰ  
(آل عمران : ۱۶۰)

جب تم میں سے دو گروہوں کو یہ خیال ہوا تھا کہ ہمت مار دیں، اور اللہ اُن کا مددگار تھا۔

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا شکوکہ کیا گیا ہے طبعی طور پر انہیں یہ بات ناگوار گزری ہوگی کہ قیامت تک اُن کی یہ شکایت و ہرانی جاتی رہے لیکن ان لوگوں کی رائے سنئے :

”حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہ نازل نہ ہوئی کیونکہ اس سے ہمیں فرمان الہی واللّٰہ و لیسما کی سند حاصل ہوگئی ہے“

(مسلم حدیث ۲۶۰۳ و بخاری حدیث ۵۰۰ ج ۲)

۴۔ حدیث شریف میں جہاں حضرت ماعزؓ کا واقعہ، اغراضِ زمانہ اور اس پر عمل کا ذکر ہونا مذکور ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں :-

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَّوْ تَقِيْمَتُ بَيْنَ اُمَّةٍ لَّوْ سَعَتَهُمْ

(مسلم حدیث ۲۶۰۶)

اس نے ایسی توبہ کر لی ہے کہ اگر اُسے ایک امت میں تقسیم کر دیا جائے تو ان سب



کو کافی ہو جائے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب انہیں سنگسار کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو بات کرتے ہوئے سنا۔ ایک نے دوسرے سے کہا، دیکھو، اللہ نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ مگر اس کے نفس نے اسے چھوڑ کر اسے اب اس طرح سنگسار کیا گیا ہے جیسے کتے کو کیا جاتا ہے۔ حضورؐ نما مش رہے۔ چلتے چلتے آگے گئے تو ایک گدھے کی مردار ملی جس کی ٹانگہ پھول جانے کی وجہ سے اوپر کواٹھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے پوچھا فلاں فلاں آدمی کہاں ہیں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں بیٹھ کر اس گدھے کے مردار سے کھاؤ۔ انہوں نے کہا، اللہ کے نبی! اسے کون کھا سکتا ہے۔ فرمایا تو تم نے اپنی بھائی کی عزت پر جرحہ کیا تھا وہ اس کے کھانے سے جڑھ کر رہے جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ اب بشت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

(البدایہ و نہد ج ۲ ص ۲۵۲)

۵۔ جب غلابیہ کا واقعہ پیش آیا تو اُس وقت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
" اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کر لی ہے  
کہ اگر عالم عشر وصول کرنے والا ایسی توبہ کر لے تو اُس کی مغفرت ہو جائے۔

(مسلم ص ۶۸ ج ۲ و البدایہ و نہد ص ۲۵۲ ج ۲)

۶۔ ترمذی اور البدایہ و نہد کے حوالے سے مشکوٰۃ ص ۳۱۲ میں ایک اور شخص کا ایسا ہی واقعہ درج ہے اور اُس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرانے کے بعد فرمایا:-

" اس نے ایسی توبہ کر لی ہے برا اگر تمام اہل مدینہ کے حصے میں آجائے تو اُن سب سے

سے قبول ہو جائے۔“

اسی طرح علامت جہاں جہاں اور صغین وغیرہ واقعات کا ذکر کرتے ہیں، ساتھ ہی یہ بھی وضاحت فرمادیتے ہیں کہ جن حضرات نے سید علی المرتضیٰؑ سے محاریر اختیار کیا ان سے اجتہاد ہی غلطی، سرزد ہوئی تھی، اس لئے نہ صرف یہ کہ ان پر گرفت نہیں ہوگی بلکہ وہ عند اللہ مستحق اجر ہوں گے۔ ملاحظہ ہوں شاہ ولی اللہؒ کی ازادہ انظار فارسی ص ۲۶۹ ج ۲، حافظ ابن کثیرؒ کی البدایہ والنہایہ اور دیگر کتب شریع حدیث و عقائد۔ یہاں پر ہم صرف ایک حوالہ مزید پیش کرتے ہیں۔ امام لاریؒ سترح مسلم میں فرماتے ہیں:-

”حضرت عثمانؓ کی خلافت بالا جماع صحیح ہے۔ آپؓ کو ناحق شہید کر دیا گیا۔ آپؓ کے قتل کرنے والے ناحق اور گنہگار ہیں اس لئے کہ جو چیزیں قتل کا موجب بنتی ہیں وہ تو معلوم ہیں، اور آپؓ کی طرف سے ایسی کوئی چیز پیش نہیں آئی تھی جو آپؓ کے قتل کا موجب بن سکتی۔ آپؓ کے قتل میں صحابہؓ میں سے کوئی بھی شریک نہ ہوا۔ اس کے سوا انہیں کہ آپؓ کو قبائلی اوباشوں اور آوارہ مزاجوں اور باہر کے کمینہ اور قریل لوگوں نے قتل کیا تھا جو دھڑا بندی کر کے مصرے آگئے اور آپؓ کے صحابہؓ ان کی مدافعت نہ کر سکے تو انہوں نے محاصرہ کر کے آپؓ کو شہید کر دیا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی بالا جماع صحیح ہے۔ اپنے وقت میں

وہی خلیفہ تھے۔ دوسرا کوئی متبلیغ نہ تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی فاضل عادل لوگوں میں سے اور نجیب صبیحہ میں

سے ہیں۔ یہی بات کہ ان میں جنگیں ہوئیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر طاقت کے

پاس ایک دلیل ایسی موجود تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا تھا۔

سب کے سب حضرات عادل ہیں۔ لڑائیوں وغیرہ میں تبادل سے کام لیتے ہیں اور اس قسم کی کوئی چیز بھی اُن میں سے کسی کو عدالت کی وصف سے خارج نہیں کرتی اس لئے کہ وہ لوگ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر اُن کا اختلاف ایسے مسائل میں ہوا جن میں اجتہاد کی گنجائش موجود تھی۔ جس طرح بعد کے ائمہ مجتہدین خود نوں وغیرہ کے مسائل میں اختلاف کر لیتے ہیں اور اس سے کسی کا نقص لازم نہیں آتا۔

معلوم رہے کہ ان لڑائیوں کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ معاملات غیر واضح اور مشتبہ تھے۔ اس وجہ سے اُن کے اجتہاد میں اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ کو یہ معلوم ہوا کہ حق اس طرف (یعنی مسرت علی کے ساتھ ہے) اور اس کا مخالف باغی ہے تو اشراً، اُن پر واجب ہو گیا کہ وہ اس کی امداد کریں اور جس کو انہوں نے باغی سمجھا ہے اُس سے لڑائی کریں چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور یہ لوگوں کے لئے جائز بھی نہیں تھا کہ جن لوگوں کو باغی قرار دے چکے تھے، اُن کے ساتھ لڑنے میں امام عادل کی امداد سے پیچھے رہ جاتے، ایک گروہ ان لوگوں کے برعکس مقدار سوئج بچار کرنے کے بعد اُن کی گنج میں یہ آیا کہ حق دوسری طرف ہے تو اُن پر واجب ہو گیا کہ وہ اُس کی امداد کریں اور جو اُس کی مخالفت کرے اُس سے لڑائی کریں۔

تیسرا گروہ وہ تھا جس پر معاملہ مشتبہ ہی رہا۔ اُن کی سمجھ میں یہ آیا کہ کس کو ترجیح دیں تو وہ دونوں لوگوں سے الگ رہے اور اُن کے حق میں ہی واجب تھا کہ وہ الگ رہتے کیونکہ کسی مسلمان سے اُس وقت تک لڑنا ہی درست نہیں ہے، جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔۔۔۔۔۔

غلام ربیعہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جس نے جو کردار بھی انجام دیا، سب مستور ہیں



اسی وجہ سے اہل حق اور اجماع میں جن لوگوں کی حیثیت معتبر ہے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ تمام صحابہؓ کی شہادتیں اور ان کی روایات مقبول ہیں۔ ان کی عدالت کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو رہے

(مسلم مع شرح نووی ص ۲۷۲ ج ۲)

امام نوویؒ کا یہ منبرہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت .... نہیں ہے۔ اب ہم مولانا مودودی سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ علما امت کا ساتھ دیں گے یا پھر وہی ”ہیں“ اور ”نہیں“ کے ٹکڑے کی رٹ لگائے چلے جائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ اَلْحَقَّ اِنَّمَا هُوَ دَوْلٌ کی اصطلاح امت مسلمہ کا ایک متفق علیہ عقیدہ ہے۔ اگر اس کو قبول کرنا ہے تو اسی تشریح و توضیح کے ساتھ ماننا ہوگا جو علما امت نے کی ہے، ورنہ تو ————— مولانا مودودی کو حجرات سے کام لے کر وائٹنگ ٹیبلوں میں اس کا انکار کر دینا چاہیے۔

آخر یہ لوگوں کی پالیسی بجائے خود سخن سازی نہیں تو اور کیا ہے؟ بہر حال عقائد کے باب میں کٹر بیونت اور ترمیم و تنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس قسم کی کوئی سعی، اقامتِ دین کا کام کرنے والے حضرات کو زیب دیتی ہے۔

مولانا مودودی کو اگر ذہول ہو گیا ہے تو ہم اُنہیں یاد دلاتے ہیں کہ وہ اجماع کی اہمیت و خود ان لفظوں میں بیان فرما چکے ہیں :-

سے شرح نوویؒ کا یہ پورا اقتباس شاہ ولی اللہؒ نے بھی قرۃ العین ص ۱۴۴

میں نقل کیا ہے جو اُن کے حرفِ ہجرت اتفاق کی دلیل ہے ۱۲ مصنف



”کیا یہ بات باور کئے جاتے کے لائق ہے کہ پوری اُمت کے علماء بالاتفاق ایک

نفس کا مطلب سمجھتے ہیں غلطی کر جائیں اور صدیوں اس غلطی میں پڑے رہیں؟

تفہیمات ص ۱۳۸ ج ۳ بحر الزمجان القرآن

جولائی ۱۹۷۹ء

مَا يَنْفَعُ مَتَّحِبُونَ ؟

www.jimmpak.tk

## خلافتِ راشدہ کی ایک امتیازی خصوصیت

کاش! مولانا مودودی کے ذہن کی رسائی اس حد تک ہوتی کہ عہدِ خلافتِ راشدہ دراصل عہدِ رسالت کا متمم ہے اور جس طرح عہدِ رسالت تنقید سے بالاتر ہے اسی طرح خلفاءِ راشدین کا طریقہ عمل بھی مادہ شکی کے تحت نہیں اور عرب گیر لوگوں سے بالاپے۔ یہ ایک طویل مسئلہ ہے۔ ازالۃ الخفا میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس بحث کی طرف اشارات فرمائے ہیں۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:-

”خلافت کا زمانہ ایک طرح سے نبوت کا باقی زمانہ تھا۔ گویا نبوت کے زمانے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مراعاتاً فرمادیتے تھے اور خلافت کے زمانہ میں خاموش بیٹھتے تھے۔“

(ازالۃ الخفا ص ۲۵ ج ۱)

ایک دوسری جگہ خلافت سے متعلقہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے وَلِيْمُكِنِّيْ لَهُمْ وَيَنْهٰهُمْ اَلَّذِيْ اَمَرَ تَفْعَلُوْهُمْ کے تحت اور زیادہ لطیف بات کی ہے۔

”حقانہ عبادات، معاملات، مسائل نکاح اور احکام خراج جو ان خلفاء کے زمانہ میں ظاہر ہوں اور وہ بڑے اہتمام کے ساتھ ان کی ترویج میں کوشش کریں وہ اللہ کا پسندیدہ دیہن شمار ہوں گے۔ اس لئے اگر کسی مسئلہ میں خلفاء کا فیصلہ یا کسی واقعہ میں ان کا فتویٰ مل جائے تو وہ شرعی دلیل ہوگا۔“

(ازالۃ الخفا ص ۱۹ ج ۱)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس سلسلہ میں ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے:-

”کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ”خیر المقرون قرنی“ (سب سے اچھا زمانہ میرا ہے) میں قرنی کا لفظ آیا ہے۔ اس کے چار صحت ہیں، اور یہ بالترتیب خلفاء راشدین کے اسماء گرامی، صدیق، عمر، عثمان، علیؓ کے آخری حرف ہیں۔ گویا حضورؐ نے اشارہ فرمادیا ہے کہ ان چاروں کا زمانہ دراصل میرا ہی زمانہ ہے۔“

(وعظ استمرار النوبہ)

ایک طرف علماء امت کے یہ ارشادات اور دوسری جانب مولانا مودودی کے نظریات، موازنہ کیجئے اور مولانا کے بے لوث تاریخی تجزیہ کی داد دیجئے۔  
نوٹ: یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تفصیل طلب ہے۔ ہم نے صرف اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ طوالت کے خوف سے اس بحث کو زیادہ نہیں چھیڑتے۔

## مولانا کا عجیب و غریب علمی تفرّد

مولانا مودودی نے اپنی زندگی میں بیسیوں مسائل میں تفرّد اختیار کیا ہے اور وہ اپنے خصوص انداز میں مسائل پر کلام کرتے ہیں۔ بقول جناب شورش کاشمیری :-

"پاکستان میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی یا ان کے متبعین نے اسلام کو اپنی میراث بنا رکھا ہے اور بزرگوں کی اس دہم میں مبتلا ہیں کہ اسلام کو جس طرح وہ سمجھتے ہیں، اور کوئی نہیں سمجھتا، گویا باقی سب کے لئے اسلامیت کے باب میں فہم و فکر کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔"

دجلی مورخہ ۴ جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۴ کالم ۳

لیکن افسوس کہ مولانا بزرگم خویش مستقل قوت اجتہاد کے مالک ہونے کے باوجود یہی نہیں سمجھ سکے کہ "اجتہاد غلطی" کسے کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

"مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہے کہ انہوں نے یہ غلطی ایک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی تھی۔ مگر میں اسے محض غلطی سمجھتا ہوں اس کو اجتہاد ہی غلطی مانتے ہیں مجھے سخت تامل ہے۔"

(خ-م ۲۴۳)

صَدْرَتْ كَلِمَةٌ مَخْرُجٌ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ بَرِيءٌ بَاتٍ هِيَ حَوَائِجُ الْمَوْتِ

سے نکلتی ہے۔ اب مولانا سے کون پوچھے کہ ایک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھ کر غلط



کام کرنا۔ اسی کا نام 'اجتہادِ غلطی' نہیں تو آخر وہ کس بلا کا نام ہے؟

مولانا مودودی کے اندازِ فکر سے مناسب ایک لطیف یاد آ یا کہ ایک زمیندار سے ایک

بجری کا مول چکانے کو کہا گیا۔ وہ صاحبِ بولے۔ "اس بجری کی قیمت پونے اکتالیس روپے ہے"

پوچھا گیا۔ یہ کونسی تمک ہے کہ نہ پورے چالیس نہ پورے اکتالیس؟ جواب دیا "میں نے براغور

کیا ہے، چار آنے بڑھ نہیں سکتے، بارہ آنے کم نہیں ہو سکتے"

اسی طرح مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ بہتیرا سوچا ہے لیکن صحابہؓ کی غلطی کو 'اجتہادِ غلطی'

نہیں مان سکتے ذلک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ————— صحابہؓ کے بارہ میں تو مولانا

وسعتِ نظر کی کاثرت نہیں دے سکے، جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں وہ کیا فرمائیں گے

جہاں ہمارے سامنے یہ واقعہ آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے البحرِ پر

چلے گئے اور پیچھے سے قوم گنہگار پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت

سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو سخت ناراض ہوئے، تورات کی

تختیاں نیچے پٹخ دیں۔ قوم سے باز پرس کی اور اپنے بھائی کے سر اور گردن سے پکڑ کر انہیں اپنی

طرف کھینچنے لگے اور کہا "ہارون! تمہیں کس چیز نے روکا تھا کہ میرے پیچھے چلے آتے اور مجھے

صورتِ حال سے مطلع کر دیتے؟" حضرت ہارون نے معذرت پیش کی جو صحیح تھی۔ اُن کی معقول

دلیل سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا۔ یہ پوری داستان سورہ طہ اور سورہ اعراف

میں موجود ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اثرات علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"ہاں دو اجتہاد ہیں، ایک یہ کہ ترکِ مسکنت (یعنی بنی اسرائیل سے الگ ہو جانا)

زیادہ نافع تھا۔ دوسرا یہ کہ ترکِ مسکنت زیادہ مضر تھی، موسیٰ علیہ السلام کا ذہن

اجتہادِ اول کی طرف گیا اور ہارون علیہ السلام کا ذہن دوسرے اجتہاد کی طرف گیا۔

تفسیر بیان القرآن ص ۳۳ ج ۱، ۲

واقعہ یہ ہے کہ نہ تو یہاں کوئی نفسانیت اور انانیت کا رد فرماتی، بلکہ اس کا ردوائی کا باعث ایمانی غیرت اور اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ تھا اور نہ صحابہؓ کی باہمی آدیزش میں کوئی گھٹیا ذہنیت اور اخلاقی رذالت کام کر رہی تھی حاشا وکلا۔ بلکہ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا کہ

• چند اوباشوں کو یہ حرأت ہوئی کہ انہوں نے خلیفہ رسول کو بے دردی سے شہید کر دیا ہے۔

• بچتوں نے دین رسول کی بے حرمتی کی ہے۔

• اشرار کے روایتی احترام کی مٹاؤں درزی کی ہے۔

تو یہ ایک البیاز بردست المیہ تھا کہ جذبات کا بے قابو ہو جانا اس کے بعد کچھ غیر متوقع نہ تھا چنانچہ مشاجرات اور محاربات کا ایک طوفان اٹھا۔ بگڑے ہوئے حالات میں انسانی آراء کا مختلف ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ اُس وقت، حالات کے آثار چڑھاؤ سے صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف ہوا تو کیا ایک فرقہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو حق بجانب قرار دے کر دوسرے فرقے کی غلطی کو "اجتہاد غلطی" بھی نہیں کہا جاسکتا؟ حد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اصحابِ جبل کو خود اجتہادی غلطی پر قرار دیتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:-

حضرت مرتضیٰؓ نیز بخلاف اجتہادی حکم فرمود سہ

(ازالہ الخفاء ص ۲۴۹ ج ۲)

اے محمود احمد عباسی نے اپنی کتابوں، خلافت معاویہ و زید اور تحقیق مزید میں اس

عملہ کے ترجمہ میں صریح بددیانتی سے کام لیا ہے۔ ۱۲ مصنف

حضرت علی المرتضیٰؑ نے بھی ان حضرات کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ اُن سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

لیکن مولانا کہتے ہیں ”مجھے اس میں سخت نال ہے، بلاشبہ خود رائی کی یہ ایک عجیب مثال ہے۔ ہم تو اُن سے ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ”اپنی“ میں ”اور“ میرے نزدیک ”کو سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیں۔ کتاب و سنت اور اکابر امت کے اقوال سے اپنی تائید میں کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں تو لائیں ہاتھ اُمیرُھَا نَکْمُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ ورنہ تو وہ یہ دو رنگی چھوڑ دیں کہ ایک طرف تو وہ عام محدثین اور علما امت کے ساتھ چپٹے رہنا چاہتے ہیں دوسری طرف اسی مسئلہ میں تفریق کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

اپنا تو یہ خیال ہے کہ ۱۳، ۱۴ سو سال کی تاریخ میں علما امت کا بخوبی عقیدہ رہا، اُسی پر زندگی گزرے اور اسی پر موت آئے۔ اس سے پہلے تو اُخلاق نہ ہو۔ اسی میں دنیا کی سعادت اور اسی میں آخرت کی فلاح ہے۔

وَمَا اَنَا اِلَّا مِنْ غَیۡۃٍ؄ اِنَّ غَوٰتٍ  
غَوِیْتُ ؕ رَاۤ اِنَّ تَرۡشِدَ غَیۡۃٍ اَرۡشَدٍ

دیں قبیلہ مغربہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر بالفرض وہ غلط راہ پر چلیگا تو میں بھی غلط راستے پر چلوں گا اور اگر وہ راہِ راست پر رہے گا تو میں بھی سیدھے راستے پر رہوں گا۔ غرض، اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔ اُس سے جدا ہونا منظور نہیں ہے۔

## مولانا کی لن ترانیاں اور ان کا جواب

مولانا مودودی اپنی کتاب کے آخر میں ”خاتمہ کلام“ کے عنوان سے آٹھ سوالات لکھ کر فرماتے ہیں :-

”یہ وہ سوالات ہیں جن پر غور و فکر کرنے سے آپ اُن ہزاروں، لاکھوں آدمیوں کے دماغ بند نہیں کر سکتے جو آج تک تاریخ اسلام اور علم سیاست کے اسلامی شعبہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان کا جواب اگر میں نے غلط دیا ہے تو آپ صحیح دے دیں یہ فیصلہ اہل علم خود کر لیں گے کہ دونوں جوابوں میں سے کونسا جواب مقبول اور موافق ہے۔“

ص ۲۲۹ مخ - م

جو اباجم چند باتیں یا ادب مولانا کی خدمت میں عرض کرتے ہیں :

۱: کبھی آپ نے اپنے عظیم الفرصت ہونے کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا :

”پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف میفلٹوں، اشتہاروں اور مضامین کی

ایک فصل اگ رہی ہے۔۔۔۔۔ اس فصل کو آخر کون کاٹ سکتا ہے اور کہاں

تک کاٹ سکتا ہے۔ مجھے اگر دنیا میں اور کوئی کام نہ کرنا ہو تو میں اسے کاٹنے

میں اپنی عمر کھپاؤں اور جماعت اسلامی اگر اپنے مقصد اور اپنے کام سے دستبردار

ہو جائے تو اس پر اپنی محنت ضائع کرے۔ ہمارے مخالفین تو یہی چاہتے ہیں کہ



ہم اس حماقت میں مبتلا ہوں اور اس جھاڑ جھنکار سے الجھ جائیں تاکہ فساق و فجار  
کی قیادت کو اپنا کام کرنے کے لئے صاف راستہ مل جائے۔

ترجمان جلد ۳۵ ص ۲۱ / ۱۲۹

اب کیا صورت حال پیش آئی ہے، آپ فساق و فجار کو ہٹا کر نظام سلطنت 'صالحین' کے  
سپر و فرایکے میں با اس بنیادی مقصد سے دستبردار ہو چکے ہیں کہ تصابی ضروریں پوری کرنے کے  
لئے آپ نے کمر باندھ لی، اگر آپ ایک بلند مقصد کے لئے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے  
عظیم الفرصت میں، تو آخر کس طلبیب نے مشورہ دیا تھا کہ حضرت اس معاملہ میں ضرور دخل دیں۔  
تو کار تریں چوں نکو ساختی کہ با آسمان نیبند پر داختی

۲۔ آپ یونیورسٹیوں کے طلبہ کی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن اس طرح سے اگر دین کی  
بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں اور پوری عمارت و عظام سے نیچے آ رہے تو آپ کی بلا سے، اُف !  
حقیر سی منفعت کے لئے اتنا بڑا زیاں سے

ہائے غلام! آشتیاں کے ایک تنکے کے لئے

برق کی زد میں گلستان کا گلستان رکھ دیا

یہ تو وہی قصہ ہوا جیسا کہ مشہور ہے کہ حولاہوں کا ایک آدمی کسی طرح تار کے درخت پر  
چڑھ گیا لیکن اُس نے نیچے نظر کی تو اُس کو اُسنا مشکل معلوم ہوا۔ اب یہ تسلیم کیا۔ برادری کے  
چودھری نے بتایا کہ تم کند اس کی طرف پھینکو، وہ اُس کو اپنی کمر میں باندھ لے اور پھر دوسرے  
سرے سے پکڑ کر اسے کھینچ لو، چنانچہ ایسا کیا گیا، جسم تو نیچے آ گیا لیکن روح غائب تھی۔ چودھری  
صاحب کو رپورٹ کی گئی، بولے ”بیوقوفو! تم سے کھینچنے میں غلطی ہوئی کہ وہ مر گیا ورنہ ہم نے تو  
کسی دفعہ اس طرح کنوڑوں سے جانور اور آدمی لکائے ہیں،“

یعینہ آپ نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے سے آزاد ہیں  
دینی مقصدات کو فرسودہ خیالی اور اعمال کو غیر ضروری پائیدیاں قرار دیتے ہیں اُن کے سامنے آپ  
اپنا یہ شاہکار پیش کر رہے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلے گا؟

۳۔ جو راستہ آپ نے کھول دیا ہے، اگر یہ کھلا رہا تو انتظار کیجئے وہ وقت بہت قریب ہے  
جس کے تاریخ کا طالب علم آپ سے حضرات امتیاز علیہم السلام کی سیرتوں کے بارے میں بھی  
سوالات کرے گا اور کتب تفسیر اور صحیفہ سماویہ تک کے حوالے آپ کے سامنے لائے جائیں  
گے اُس وقت آپ کی تحقیقات اور بے لاگ تاریخی تجزیے کیا گل کھلائیں گے؟

۴۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں معاصر علماء کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر کچھ لکھ کر دکھائیں  
ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کون سا تیرا لیا ہے؟ جو کچھ اسلام و متن مستشرقین نے اپنی  
کتاؤں میں لکھا ہے، وہی آپ نے حوالہ جات کی تکمیل کے ساتھ تحریر فرما دیا ہے۔ اسی کارنامہ پر  
آپ فخر محسوس کرتے ہیں؟ اگر آپ سے مدافعت نہ ہو سکتی تھی تو کیا آپ کے لئے اس پھٹے  
میں "ٹانگ اڑنا ضروری تھا؟" حق تو سنیں یہی نداری میری مکن

راقم السطور صد بار اپنی سچیدانی کا اعتراف کرنے کے باوجود آپ کی خدمت میں عرض گزار  
ہے کہ اس کتابچہ میں جو اصولی گزارشات پیش کی گئی ہیں، اگر آپ کو ان سے اختلاف ہے تو آپ  
ان کی تردید فرما دیجئے، اور اپنی تائید میں تیرہ سو سال کی طویل تاریخ میں سے کسی ایک جید عالم کا  
نام پیش کر دیجئے، ورنہ توجہ شورش کاشمیری کے یہ ریکارڈس آپ کے بارہ میں حرف بحرف  
صحیح ہوں گے۔

"مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جو اسلامی نظام پر پاکر نے کے سیاسی داعی ہیں، اُن کے  
ساتھ ایک بھی دینی پیشوا نہیں، وہ اپنا چراغ تنہا جلانا چاہتے ہیں اور علماء و آئمہ

ہیں کہ ایک قدم بھی اُن کے ساتھ چلنے کو تیار نہیں۔ جو لوگ فہم دین کے معاملے میں  
ممتاز تھے اور ان کے ساتھ تھے اب ایک ایک کر کے کٹ چکے ہیں۔ ہمیں اس  
میں گوناگوں خطرات نظر آ رہے ہیں۔“

(پچان ۲۴ جون ۱۹۳۳ء)

اے سنگ بر تو دعویٰ طاقت مُسلم است  
خود را نہ دیدہ بہ گفت شیشہ گر بہنو نہ

۵: کیا کتاب کہتے وقت حضرت نے ایک لمحہ کے لئے یہ بھی سوچا تھا کہ آپ کو ایک وقت  
مرا اور اپنے رب کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں اگر آپ کے الزامات محض بہتان و اقرا  
ثابت ہو گئے تو حضرت اس کی پاداش سے کیا دے کر پھیں گے؟

ان الزامات کے ثبوت فراہم کرنے میں جیسی کچھ محنت کی گئی اور جس جانفشانے کے ساتھ  
ہزاروں صفحات کے مضامین میں سے فقط لفظ چین کو ”صحابہ کے سواغ“ کا ایک نمبر عدتیار کیا گیا  
..... ہم اس کمال فن کی داد تو ضرور دیتے ہیں کیونکہ ہم ہر کمال فن کے قدر شناس ہیں، خواہ وہ  
نفس زنی و جیب تراشی کا ہی کمال کیوں نہ ہو، مگر معلوم صرف یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اپنی دنیا  
اور عاقبت سنوارنے کی فکر چھوڑ کر آخر اس کام میں یہ عرق ریزی کیوں کی جا رہی ہے؟ اور یہ  
اصل قرآن، حدیث یا طریقی سنت میں کہاں سے اخذ کیا گیا ہے کہ تم ضرور ڈھونڈ ڈھونڈ کر  
”اصحاب رسول“ کو مطمئن کرنے کے وجہ تلاش کرو اور پھر بھی کام نہ چلے تو اپنی طرف سے  
کچھ لاکر فرد جرم مکمل کر دو۔

لے اس جواب کی پوری عبارت مولانا مودودی کی اپنی ہے۔ یہ ارشادات  
انہوں نے کبھی ترجمان القرآن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تحریر کا نوٹس لیتے ہوئے فرماتے تھے :-

(ملاحظہ ہو ترجمان جلد ۳۶ عدد ۲ ص ۱۰۸، ۱۱۳)

سے بروہ حشر اگر پر سند خسر و راحیہ اکتی

بگو اے جان من ! تامن ہماں گویم

۶: بڑے انوس کی بات ہے کہ آپ ایک غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جس پر ناقدین آپ کو ٹوکتے ہیں۔ لیکن آپ اصلاح کی بجائے اُس پر اور زیادہ اصرار کرتے ہیں اور پھر ہر من مبادرت کرتے ہوئے مقابلہ کے لئے اُتر آتے ہیں۔ حالانکہ جن سوالات کا جواب دینے کے لئے آپ نے قلم اٹھایا ہے نہ تو یہ سوالات نئے ہیں اور نہ ان کا جواب پہلی دفعہ دیا گیا ہے۔ صدیوں پہلے اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے۔ علامہ ابن خلدون علامت ہیں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور ان کی نامور تصنیف ”مقدمہ اسلامی تاریخ“ کی ایک ممتاز کتاب شمار ہوتی ہے۔ علامہ موصوف نے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے ”خلافت ملکیت سے کیونکر بدل گئی؟“ ہم اس پوری بحث کو یہاں نقل نہیں کر سکتے کیونکہ ایک تو ہمارا موضوع سخن ایسے مسائل نہیں ہیں دوسرے اس مختصر کتاب میں طویل کلام کی گنجائش نہیں ہے لیکن صرف یہ دکھانے کے لئے کہ اُنہوں نے اس پُر خاد وادی میں قدم نہ ہٹانے کے باوجود حضرات صحابہؓ کی روئے غفلت کو کس طرح محفوظ رکھا ہے اور اُن کے تقدس اور احترام کا کتنا لحاظ فرمایا ہے، ہم چند سطور کا ترجمہ یہاں درج کرتے ہیں۔

”جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جھگڑا رونما ہوا، تو

اُن کا راستہ اس میں حق اور اجتہاد تھا۔ اُن کا ایک دوسرے سے لڑنا کسی

دنیوی غرض یا باطل کی حمایت یا بیر لینے کے لئے نہیں تھا، جیسا کہ ایک بدگمان



آدمی خیال کر سکتا ہے۔ اور ایک لمحہ کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے۔ بلکہ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ حق کو معلوم کرنے میں اُن کے اجتہاد میں اختلاف ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق دوسرے کو غلطی پر قرار دیا۔ وہ حق کی خاطر سیڑھے اگرچہ (در اصل حق بجانب حضرت علیؑ ہی تھا، تاہم حضرت معاویہؓ کا ارادہ غلط نہیں تھا۔ بلکہ مقصد تو ٹھیک ہی تھا لیکن سمجھنے میں غلطی ہو گئی۔ مگر حال اپنے مقاصد میں سب حق پر تھے۔“

ص ۲۰۵

اس کے بعد علامہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا فصل ۳ میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اُن کے بیان کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں :

حضرت معاویہؓ نے یزید کو جو ولی عہد بنایا تھا تو انہوں نے اسی میں اجتماعی مصالحت اور امت کا فائدہ سمجھا تھا۔ اس وقت تک یزید کے بارہ میں لوگوں کا گمان اچھا تھا۔ حضرت معاویہؓ کے متعلق اس سلسلے میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی۔ اُن کا عادل صحابی ہونا اس سے مانع ہے۔ پھر بڑے بڑے صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ اُن کا خاموش رہنا بھی اسی کی دلیل ہے کہ انہیں کوئی بدگمانی نہیں تھی ورنہ تو وہ لوگ حق کے بارے میں تساہل برتنے والے نہیں تھے۔ اور نہ حضرت معاویہؓ کو حق کی بات مان لیتے میں کوئی تاثر ہو سکتا تھا۔ وہ لوگ اس سے بالاتر تھے۔ رہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو اُن کی تو اس وقت کچھ عادت ہی ایسی ہو گئی تھی کہ وہ لائق رہتے تھے۔ رہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تو انہیں بے شک

اختلاف تھا۔ مگر کون سا اہم مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی کو اختلاف رائے نہ ہو۔ یہ  
 میں جو کچھ فسق و فجور ظاہر ہوا اس کے بعد ہوا۔ اور اُس وقت صحابہ کرام کے سامنے  
 یہ مسئلہ آیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ کسی کی رائے خروج کی ہوئی جیسے حضرت حسین  
 رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کسی نے حالات کے لحاظ سے  
 اس رائے کو قبل نہ کیا۔ بہر حال ہر ایک کا اپنا اپنا اجتہاد تھا۔ کسی پر اعتراض نہیں  
 کیا جاسکتا کیونکہ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ وہ سب نیک نیت اور حق کے منہ سے  
 تھے۔

ص ۲۰۶ و ۲۱۰ تا ۲۱۲

اگے چل کر علامہ نے پھر اسی سوال کو چھیڑا ہے کہ قرن اول میں جو اختلافات ہوئے  
 ان کی کیا حیثیت ہے؟ دیکھتے ہیں:

”صحابہؓ اور تابعینؓ میں جو اختلافات ہوئے، اُن کا مبنی اجتہادی اختلاف تھا، اجماع  
 دینی مسائل میں ہوتا تھا جس میں قرآن و حدیث کی واضح ہدایات موجود نہ ہوتی تھیں  
 اس لئے ان حضرات کو اجتہاد سے کام لینا پڑتا تھا۔ ان میں سے کسی کو غلط کار  
 اور گنہگار نہیں کہا جاسکتا اس لئے کسی کی عدالت میں کوئی شک نہیں کرنا چاہیے  
 اور کسی پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کی عدالت شاق تم جانتے ہو۔ اُن کے  
 اقوال و افعال سب کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہوتے تھے۔ اُن حضرات کا ماحول ہونا  
 اہل سنت کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے۔ معتزلہ کا ایک قول ہے کہ وہ حضرات  
 علیؓ کے مخالفین کو عادل نہیں سمجھتے مگر اہل حق میں سے کسی نے اس قول پر کوج  
 نہیں دی اور نہ کسی نے اس پر اعتماد کیا ہے۔“

ص ۲۱۳ تا ۲۱۵

و این خلدون کا یہ اقتباس پڑھ کر قارئین معلوم کر سکتے ہیں کہ مولانا مردودی کے  
تخیلات معتزلہ والے ہیں یا اہل حق والے ؟

چسیت یاراں بعد ازین تدبیر ما

رخ سوئے مے خانہ دار و پید ما

اسی فصل کے اخیر میں محقق ابن خلدون نے کیا پیادہی بات کہی ہے کہ :

و دسلف یعنی صحابہؓ اور تابعین کے افعال کو اسی (اجتہاد) پر محمول کیا جائے

اس لئے کہ وہ امت کے سب سے برگزیدہ لوگ تھے۔ اگر ہم ان کو بھی اپنے اعتراض

کا نشانہ بنالیں تو کون بچ جاتا ہے جس کو عادل کہہ سکیں۔

(ص ۲۱۸)

علامہ ابن خلدون خود بھی ایک آزاد خیال عالم ہیں لیکن دیکھئے مقام کی نزاکت کا کتنا لحاظ  
فرماتے ہیں :

منتفق گردید رأی بوعلی بارائی من

یعنی میری سہی توقع بھی ختم ہو گئی۔ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر فقہ و حدیث تو بیچارے حدیث و فقہ

کی بات جانتے ہیں، وہ تاریخی گتھیاں سلجھانا کیا جانتیں ؟ اور علمی مسائل کو کیا سمجھیں لیکن ابن خلدون

نے تو بالکل کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

فَاتِي تَوَفُّكُونَ ؟

تو تم کہاں مارے مارے پھرتے رہو گے ؟

سے میں بھی اس پر مرثا، ناصح ! تو کیا بے جا کیا ؟ ایک بین بی سودا می تھا، دنیا بھر تو سودا می نہ تھی

## سیدنا حضرت معاویہؓ پر الزام کا غلط ہونا

مولانا مودودی حضرت معاویہؓ سے اس قدر جملے بھٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ ان کے لئے خلیفہ کا لفظ تک بھی استعمال نہیں کرتے۔ اپنی تفسیر میں ایک جگہ ان کا نام لیتے ہوئے مدح و ثنا کے انداز میں نہیں، بلکہ یہ سبیل مذمت اور احترام کے جذبات کے ساتھ نہیں بلکہ بڑے ہی رُ دکھے پن سے فرماتے ہیں:

”امیر معاویہ اپنے عہد بادشاہی میں ..... الخ“

تفہیم القرآن ص ۵۴ ج ۳

مولانا کا انداز سخن یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا مقام ان کی نظروں میں نادر شاہ ایرانی اور محمد شاہ رگھلا سے اونچا نہیں ہے۔ العیاذ باللہ

لاکھوں مودودی قربان کئے جاسکتے ہیں سیدنا معاویہؓ کی خاکِ کعبہ پا پر۔ اور مودودی بیچارے کی کیا حیثیت ہے؟ یہاں تو پہلی صدی کے مجدد و خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو بھی کوئی نسبت نہیں ہے۔ امام عبد اللہ ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا: ”حضرت معاویہؓ بہتر ہیں یا عمر بن عبد العزیزؓ؟“ انہوں نے فرمایا: ”حضرت معاویہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے اور ان کے گھوڑے پر غبار چڑھتا، وہی عمر بن عبد العزیزؓ سے بہتر ہے۔“

(نبراس ص ۵۵۱)

حضرت معاویہؓ کے محاسن کی تفصیل یا ان پر کئے گئے اعتراضات کی تردید اس مختصر کتابچہ



میں ممکن نہیں ہے۔ البتہ ایک اصولی مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔  
 کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ملکیت کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم  
 کے برخلاف شانانہ وضع اختیار کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی یہ ملکیت ایسی کوئی قابل نظرین اور  
 گھٹاؤنی چیز ہے.... یا... جو غلط بوداچہ پابند استیقام والا نقطہ ہے۔ ہمارے نزدیک وہ  
 سیاسی اقدار ہی محل نظر ہیں جو اس دور میں سیاست کے علمبردار پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبیب علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں  
 فرمایا ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی:

رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا لَا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (سورہ ص ۳۵)

اے میرے پروردگار! مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے سوا کسی کو نہ ملے۔

اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے شانانہ کرد و فرادسج و صبح کی تفصیل بھی مسترد آن  
 میں پڑھ لی ہے:

ایک دوسرے پیغمبر حضرت ثمرین علیہ السلام کے واقعات میں جہاد کا ذکر آیا تو فرمایا  
 گیا ہے:

وَقَالَ لَهُمْ رَبِّيَّهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا

(البقرہ ۱۲۴)

اُن سے اُن کے نبی نے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ بنا  
 کر بھیجا ہے۔

معلوم رہے کہ اُن وقت تخت اور بادشاہت دو جدا جدا منصب تھے۔ شاہری  
 نظم و نسق بادشاہ سے منقطع ہوتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس موقع پر ان ہی

طاہریت کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ بعد میں حضرت داؤد علیہ السلام، طاہریت کے داماد بنے۔ پھر جب وہ منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو انہیں نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی سپرد ہوئی۔

وَبَنِي إِسْرَءِیْلَ بِرِأْسِهِ الْعِمَامَاتُ كَاذِبُونَ هُوَ الَّذِي تَعَالَى تَعَالَى  
يَجْعَلُ فِيكُمْ نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا (مائتہ: ۲۰)

تم میں نبی بنائے گا، تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔

ان مقصود سے معلوم ہوا کہ جو بادشاہت اور ملوکیت اللہ کی رضا کے کام آئے، وہ بھی ایک عطیہ خداوندی اور گراں قدر نعمت ہے جس کی استدعا اللہ کے پیارے نبی تک کر سکتے ہیں مولانا سید مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں:

”یورپ زدوں کا ایک گروہ جسے اپنی یورپ زدگی کا احساس نہیں ہے، کچھ دنوں سے اس قسم کے خیالات پھیلا رہا ہے کہ بادشاہی یا ملوکیت کا اسلام سخت مخالف ہے اور اسی لئے تیس سال عہد خلافت راشدہ کے بعد، اس کا خیال ہے کہ، تیرہ سو سال تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے پیغمبر کی باغی رہی ہے، یا دوسرے لفظوں میں نبوت ناکام رہی ہے لیکن وہ قرآن کے سلیمانی قصص کا کیا جواب دیتے ہیں، یا اسرائیلیوں پر احسان قبلاتے ہوئے جَعَلَكُمْ مُلُوكًا کو بھی خدا کا احسان ٹھہرایا گیا ہے۔ نظریہ ملوکیت اگر غلط ہے تو ان

آیتوں کی کوئی نئی تفسیر کرنی چاہیے۔ پس سچ یہ ہے کہ جمہوریت ہو یا ملوکیت، اس کا حال وہی شاعری کا ہے۔ یعنی حَسَنٌ حَسَنٌ وَفَظِيحٌ قَبِيحٌ (اچھی

شاعری اچھی چیز ہے، برسی شاعری برسی چیز ہے، ... اور بھلائی و برائی

کا معیار یورپ نہیں قرآن ہے۔“

(اسلامی معاشیات ص ۴، ۵)

آخر یہ کہاں کی منطق ہے کہ ملکیت یا بادشاہی کا لفظ سامنے آتے ہی آپ کا طائر خیال  
واجب علی شاہ بکھنوی اور محمد شاہ رنگیلے تک جا پہنچتا ہے۔ کیا بادشاہوں ہی کے زمرہ میں شمس الدین  
التمش جیسے صالح اور متقی، اور نور الدین رنگی جیسے دین دوست اور متشرع نہیں گزر سکتے؟ اگر  
بادشاہ، ہر زمان کی سیرتوں کو داغدار نہیں کر سکتا تو مانا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہی  
سہی، اُن کی ملکیت کیوں گوارا نہیں ہے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا شرف  
بھی رکھتے ہیں، وہ رہے کہ یہی سوال دہرایا جاتا ہے کہ یزید ایک فاسق و فاجر آدمی تھا، حضرت  
معاویہؓ نے اُسے ولی عہد کیوں کر بنالیا؟ تو اگر ابن قلدون کی دقیقہ رسی آپ کو حاصل نہیں ہے تو  
کم از کم یہی موٹی بات اپنے ذہن میں رکھنے کہ یزید کوئی مادر زاد فاسق نہیں تھا۔ جن کارناموں  
کی وجہ سے اُس کا چہرہ اب بھی سیاہ نظر آتا ہے، یہ رنگ تو خلافت سنبھالنے کے بعد اس پر  
چڑھا تھا۔ جس وقت اُس کے حق میں معیت لی گئی تھی، گو اُس وقت بھی وہ کوئی صالح اور متقی  
انسان شمار نہ ہوتا تھا، لیکن اس نفسیاتی اصول کے مطابق کہ :

”وہ دارینوں کا بوجھ انسان کو اپنے آپ اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اُن سے عہدہ برآ  
ہو سکے۔ حضرت معاویہؓ کو توقع تھی کہ وہ اپنے انفرادی نقائص کی اصلاح کر لے گا۔  
کتب تاریخ میں آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کا وہ عہد نامہ دیکھ سکتے ہیں جو آپ نے وفات  
سے قبل حضرت فاروق اعظمؓ کے حق میں لکھوایا تھا۔ اُس کا ایک حصہ یہ ہے :

’میں نے تم پر عربین خطاب کو مقرر کیا ہے اور اپنی طرف سے میں نے تمہاری  
خیر خواہی میں کمی نہیں کی۔ اگر وہ انصاف کریں گے تو مجھے اُن سے یہی امید ہے



اور اگر خدا عزوجل استہ ظلم کریں تو میں کوئی عالم الغیب نہیں ہوں میرا ارادہ

ہر حال بھلائی کا ہے۔“

تو کیا حضرت معاویہؓ عالم الغیب تھے کہ یزید کی کارستانیاں آپ اُن کے سر قہر پتے ہیں؟  
ایک بات اور سن لیجئے :

اگر کربلا کا دلگداز واقعہ سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لڑکے عمر کی

قیادت میں پیش آیا اور نابال بیٹے کی وجہ سے باپ کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں وہ شخص بھی شریک تھا جو سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لڑکا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پروردہ تھا، لیکن

اس کے باوجود ان دونوں حضرات پر کوئی حرمت نہیں آتا۔

اگر ایک موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے متبعین ہو کر جاتے ہیں اور کسی مغالطہ میں آکر ناحق چند آدمیوں کو قتل کر دیتے

ہیں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے آتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس واقعہ سے اپنے آپ کو بری الذمہ ظاہر فرماتے ہیں۔

اللھم انی ابرأ ایاک مما صنع خالدؓ

نتو

سیاست کے کس لقمان حکیم نے آپ کو بتایا ہے کہ یزید کی تمام بد اعمالیوں کے ذمہ دار حضرت

معاویہؓ ہیں؟ سلی غلہ سے رد دیکھیں، نگاہ کو گہرائی تک لے جائیں، آپ کو یاد ہوگا

کہ سیدنا فاروق اعظمؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کی ہجرت والی رات اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن کو یاد کر کے ازراہ رشک فرماتے تھے :



”ابوبکرؓ! مجھ سے ساری عمر کی نیکیاں لے لیں، اُس ایک رات اور ایک دن کی نیکیاں مجھے دے دیں، پھر فرماتے کہ وصال شریف کا دن وہ دن تھا کہ بہت سے عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اسلامی شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اُس وقت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے جن کے حُسنِ تدبیر نے اسلام کی کشتی کو بچا لیا۔“

اگر آپ دیا بنداری سے سوچیں تو حضرت معاویہؓ کے خلافت سنبھالنے سے پہلے جو حالات پیدا ہو چکے تھے وہ کچھ کم تشویشناک نہ تھے۔ ان حالات میں اُمتِ مسلمہ کو سنبھال لینا، دور دراز تک پہنچا دینا، حکومت کا نظم و نسق بحال کرنا چھوٹے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے بطریقِ احسن ان تمام فرائض کو سرانجام دیا۔ مؤرخین نے اس سال کو ”عامُ الجماعۃ“ کا نام دیا کیونکہ یہی ایک سعادت کم ہے جو اُن کے حصہ میں آئی۔ ۶

ع عیبِ ادگفتی، ہنرشِ نیرنگو

اگر خلافت و ملکیت سے متعلقہ مسائل کا جواب دیتے ہوئے اصحابِ رسولؐ کو اعتراضات کا نشانہ بنانا ضروری ہے تو اپنے مقصد کا نام کہیے کہ علماء اُمت کے حصہ میں اُن کی مدح سرائی آئی اور آپ کے حصہ میں بے باکاتمِ تنقید۔ اس دائرہٴ بحث پر آپ اپنا سر پیٹ لیں، سینہ فونج لیں بجابوگا۔

مناسب ہو گا کہ ہم اس موقع پر بریلوی کتبِ خیال کے پیشوا، مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا ایک قول نقل کر دیں۔ فرماتے ہیں:

”لے اور کیا یہ جماعتِ اسلامی کے اس دستور کی غلطی نہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ

”کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھئے۔“

”اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تہیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا، چھاد کیا، دوسرے وہ کہ بعد میں، فرمایا: وَكَلَّا دَعَا لِلّٰهِ الْحَسَنَى۔ دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل تیتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے وہ اللہ واحد قہار کو چھلاتا ہے۔ اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذیہ ہیں، ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں ہے رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمایا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ يَبْتَخِطُونَ خَيْبًا۔ اور اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کر دگے یا میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے، کھائے، خود جہنم جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفا کے امام قاضی عیاض میں لکھتے ہیں: فِي مَعْصِيَةِ خَذَاكَ مِنْ تَلَابِ الْهَادِيَةِ۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زبان طعن و راد کرے گا وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(احکام شریعت حصہ اول ص ۹۹)

ہوٹا بوٹا، پتہ پتہ حال ہمارا جانے ہے  
جانے نہ جانے گل بنی جانے باغ تو سا جانے ہے  
شعر کا وزن نہ ٹوٹتا، تو یہاں شعر میں ترمیم کر کے ”گل“ کی بجائے ”خار“ کہنا  
زیادہ موزون تھا۔

## مولانا کی چند علمی غلطیاں

علمی لحاظ سے مولانا کو جو شہرت ایک طبقہ میں حاصل ہے۔ اُن کے پیش نظر اُن کی علمی غلطیاں ناکافیاً ایک بڑی حیرت ہے۔ لیکن اُن کا اپنا رد یہ ہماری اس جرأت کا باعث بنا ہے۔ اُن کے جو یہی خواہ اُن کی اس کتاب کو وقت کی بہترین تصنیف قرار دے رہے ہیں۔ انہیں آگاہ کرنے کے لئے بطور غور چند باتوں کی ہم نشانی دہی کرتے ہیں۔ شاید ان حضرات کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی توفیق ہو جائے:

۱۔ مولانا، کتاب کے صفحہ ۲۱ پر آیت کریمہ **وَاللّٰہُ دَرَبٌ مِّنْ بَیْنِہُمْ** لکھ کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

”پس نہیں، تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے۔“

مولانا کو عربی نحو کا یہ قاعدہ شاید معلوم نہیں یا ذہول ہو گیا ہے کہ قسم سے پہلے جو کلام آتا ہے وہ کا زائدہ ہوتا ہے نہ کہ نافیہ۔ قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

۲۔ صفحہ ۲ پر **وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰلِہٖمْ یَوْمَئِذٍ لَّیْسَ لَہُمْ فَاوِیْہٌ** لکھ کر پوری آیت لکھ کر **لَیْسَ لَہُمْ فَاوِیْہٌ** کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

وہ میری بندگی کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں،

مولانا نے دو اہل فعل مضارع کو امر اور نہی کے معنی میں قرار دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں

ہے۔ جملہ خبریہ ہے اور خبریہ کا معنی 'اے' رہا ہے۔ مطلب کے لحاظ سے یہ اس وعدے کا

جز وہ جس کا ذکر اس مقام پر ہو رہا ہے۔

۳۔ عقیدہ طحاوی کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ ہم نے اَلْمُتَّحِدِ عَدُوں کی بحث میں حوالہ  
بذرا کے تحت نقل کیا ہے۔ اس میں ایک لفظ غور طلب ہے۔ مناسب ہو گا کہ پہلے ہم وہ  
اصل عبارت نقل کریں :

وَمِنْهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَا نَفْطُ فِي  
فِيهِمْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَتَبْغِضُ مِنْ بَعْضِهِمْ وَتُبْغِضُ مِنْ بَعْضِهِمْ يَذْكُرُهُمْ  
وَلَا يَذْكُرُهُمْ إِلَّا تَبْغِضُ وَتُبْغِضُ دِينٌ وَآمَانٌ وَإِحْسَانٌ وَبَعْضُهُمْ  
كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَطُغْيَانٌ۔

اس آیت میں پچھلے میں دوسرے جملے کا خط کشیدہ لفظ دیکھئے۔ آپ  
جانتے ہیں کہ افراط اور تفریط دو متضاد معنی رکھنے والے لفظ ہیں، افراط کے معنی حد  
سے زیادہ تجاوز کرنا اور تفریط کے معنی کوتاہی کرنا ہیں۔ دونوں کے فعل مضارع  
کی رسم الخط یکساں ہیں۔ اب زیر بحث لفظ کا سیاق مباح دیکھئے اور بتائیے کہ اسے  
تَفْرِيطٌ پڑھنا یا تَبْغِضٌ پڑھنا چاہیے جیسا کہ مولانا مودودی  
نے سمجھا ہے۔ دونوں ترجیح پھر پڑھ لیجئے اور فیصلہ دیکھئے :

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
تمام اصحاب کو محبوب رکھتے ہیں۔

اُن میں سے کسی کی محبت میں حد سے

نہیں گزرتے لہٰذا اُن سے بغض رکھنے

والے اور برائی کے ساتھ اُن کا ذکر

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تمام اصحاب سے محبت رکھتے ہیں

اُن میں سے کسی کی محبت میں کوتاہی

روا نہیں رکھتے۔ جو اُن سے بغض رکھتا

ہو اور بھلائی کے بغیر اُن کا ذکر کرتا ہو



کرنے والے کو ہم ناپسند کرتے ہیں۔  
(مولانا مودودی)

ہم اُس سے بغض رکھتے ہیں۔  
(مصنفت)

قوی قرآن کے بغیر کسی کی دیانت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہم اس موقع پر اتنا ضرور کہیں گے کہ اَللّٰہُ مَبْتَلٌ لِّکُمْ بِمَا فِیْہِہِ اور مشہور ہے کہ دل کی بات زبان پر آجاتی ہے۔ عبارت بالا میں راقم السطور اور مولانا مودودی میں سے ہر ایک کا ترجمہ اس کے مافی الغیہ کو آشکار کرتا ہے۔

۳۔ صفحہ ۳۳۹ پر ہے ”ملا علی قاری نے حنفی نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے شرح فقہ اکبر میں حضرت علی کی خلافت پر جو مفصل بحث کی ہے“

حنفیت اور شافعییت وغیرہ کا تعلق فقہی مسائل سے ہے۔ عقائد میں حنفی، شافعی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر مولانا مودودی حنفی نقطہ نظر کی بجائے اہل سنت کے نقطہ نظر کا لفظ استعمال فرماتے تو صحیح ہوتا۔

۴۔ مولانا نے اپنی کتاب میں شرح فقہ اکبر کا ایک طویل اقتباس دیا ہے۔ اس اقتباس میں ایک جگہ انہوں نے چند نقطے دے کر عبارت کے چند جملے حذف کر دیئے ہیں۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

لے حاشیہ ص ۱۱ : مولانا مودودی کے ترجمہ میں یہاں پر ”اور نہ کسی سے بڑی کرتے ہیں“ کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ عقیدہ ماموسی کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے اُس میں یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر فی الواقع یہ لفظ موجود ہوں تو ان سے ہمارے بیان کردہ معنی کو ہی تقویت ملتی ہے۔

صحابہ کی ایک جماعت حضرت علیؑ کی امداد سے پیچھے رہی اور ایک جماعت نے ان سے مقابلہ کیا تو، اس سے بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ خلافت کے مسئلے میں جن لوگوں نے ان سے اختلاف کیا وہ گمراہ ہیں۔ اس لئے کہ آپؐ کے مستحق امارت ہونے میں انہیں کوئی نزاع نہیں تھا بلکہ ان کا اختلاف ان کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے تھا۔ انہیں اس بات کا اعتراف تھا کہ آپؐ قاتلین عثمانؓ سے قصاص نہیں لے رہے، بلکہ بعض کو یہ بھی خیال تھا کہ آپؐ خود بھی ان کے قتل کی طرف مائل تھے۔ اور اجتہادی غلطی کرنے والے کو گمراہ کہا جاسکتا ہے نہ سنگار۔“

(شرح فقہ اکبر ص ۷۸)

یہ عبارت مولانا مودودی کے نظریے کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو صحابہؓ کو صرف 'غلط کار' سمجھتے ہیں۔ انہیں غلطی فی الاجتہاد قرار دیتا تو خواہ مخواہ کی سخن سازی اور لیبلاپوتی ہے جس کو وہ جانتے نہیں سمجھتے۔ بہر حال بھجولے، کھڑوا، تھو تھو میٹھا سبب سبب، اس عبارت کا منہ کر دینا دینا کے خلاف اور مولانا کے علمی وقار کے منافی ہے۔

## ایک قابل غور نکتہ

علامہ علی قادیانی ایک بڑے پایہ کے محدث، فقیہ، متکلم اور سیرت نگار ہیں۔ اُن کی کتاب "شرح فقہ الکرام" کلام کے موضوع پر ہے۔ لیکن محض اس وجہ سے کہ فقہی لحاظ سے وہ حنفی مسلک کے پیرو ہیں، اُن کی کلامی تصنیف میں بھی مولانا مودودی جیسے سخی شناس کو "حقیقت کی جھلک" نظر آئی۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ مولانا مودودی خود بھی ایک خاص طبقہ کی نگاہوں میں بیک وقت قرآن کے مفسر، حدیث کے رمز شناس، فقہ کے ماہر، علم کلام کے منتہی اور تاریخ کے عالم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن کے نزدیک "خلافت و ملکیت" اگرچہ فقط فلسفہ تعلیم کی تعریف ہو مگر عقیدین تو اسے "جمہوریت" کی تصنیف کی حیثیت دیں گے۔ اور اس کے مندرجات عقائد بن کر ان کے دل و دماغ میں سرایت کر جائیں گے۔ اس قسم کا جو مواد تاریخی کتب میں موجود ہے ایک نادرہ نعمت گوشتوں میں بکھرا ہوا ہے۔ دوسرے پڑھنے والے اسے محض مؤثرین کا بیان سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اس لئے وہ مواد اس اعتقادی نقصان کا باعث نہیں بن سکتا جو مولانا مودودی کے اس نادر مرقع سے پہنچا ہے۔

دانش اند و ختم ، دل ز کف انداختہ

آہ ! زال نقد گراں مایہ کہ دریا ختم

## مولانا مودودی کے لیے لمحہ فکریہ

اس موقع پر ہم ایک اور اہم بات کی طرف مولانا کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ترمذی کے حوالہ سے ایک طویل حدیث علامات قیامت کے بیان میں منقول ہے جس میں چودھویں علامت مذکور ہے لَعَنَ اٰخِرُ هَذِهِ الْاُمَّةِ وَلَهَا اس امت کا پچھلا حصہ پہلے پر لعنت قیامت کر کے کا محمد بن نے اس جملہ کی تشریح ان الفاظ سے فرمائی ہے کہ

"پچھلے لوگ سلف صالحین اور ائمہ مدین پر اعتراض کرتے لگ جائیں گے۔ برائی

سے اُن کا ذکر کریں گے اور ان کی پیروی کا ہی نہیں کریں گے۔" ملاحظہ ہوں شروع مشکوٰۃ

جس طرح بقول مولانا مودودی خلافت ختم ہو کر اس کی بجائے ملکیت یک با رگی نہیں آگئی بلکہ تدریجاً خلافت کا زوال ہوا اور رفتہ رفتہ اُس کی جگہ ملکیت کے مسخ ہوا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اسلاف امت پر نامہ درازیوں اور طعن و تشنیع کی جو فصل شیطانی اگائے کا قویہ کام بھی ایک لمحے میں نہیں ہو جائے گا بلکہ رفتہ رفتہ یہ کام پائیدگی کو پہنچے گا۔ علت میں ایک فرقہ تو خیر اب بھی موجود ہے لیکن بحیثیت مجموعی جو امت کا مزاج بگڑ جائے گا تو اس منجر خبیثہ کی کاشت کے نئے زمین ہموار کرتے اور ختم ریزی کے جو مراحل طے ہوں گے کہیں مولانا مودودی تو ناواقف نہ ہوں گے۔ اس کام میں تعاون نہیں کر رہے؟ خدا سے ڈرتے ہوئے سوچئے۔

اس بہنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا

جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش



## ایک درس عبرت

مولانا محمد چراغ صاحب آف گوجرانوالہ، جو امام العصر حضرت علامہ انور شاہ سے تلمذ رکھتے ہیں ان کی مرتبہ حضرت شاہ صاحب کی تقاریر ترمذی العرف الثندی کے نام سے طبع ہو کر علمی حلقوں میں قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ اس کتاب کے ص ۳۹۴ پر بیع مصراۃ کے بیان میں ایک حکایت درج ہے :

ایک دفعہ بغداد کی مسجد رصاف میں ایک حنفی اور ایک شافعی کے درمیان مصراۃ کے مسئلہ میں مناظرہ ہوا شافعی نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کیا، حنفی نے کہا کہ تفقہ کے لحاظ سے ابو ہریرہ کا کوئی پایہ نہیں ہے (اس لئے ان کی یہ روایت جو خلاف قیاس ہے قابل قبول نہیں، انہی میں ایک کا لاسانپ اس پر ان گرا، تو وہ عالم دوڑنے لگا مگر سانپ اُسے نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اُس کو کہا گیا تم اپنی بات سے توبہ کرو۔ اُس نے توبہ کر لی تو سانپ نے اسے چھوڑ دیا۔“

مولانا ممدوح بقید حیات ہیں اور جماعت اسلامی سے ان کا قریبی تعلق ہے۔ مولانا ممدودی اگر چاہیں تو اس حکایت کے بارے میں اُن سے مزید اطمینان کر لیں۔

اس قسم کا ایک واقعہ حافظ ابن القیمؒ نے کتاب الروح میں ابوالحسنؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہتے ہیں :

”مجھے ایک مرد سے کوہنلانے کے لئے بلایا گیا۔ میں نے اُس کے منہ سے کڑا مٹھایا

تو ایک مڑا سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا تھا۔ آخر میں اسے غسل دیئے بغیر چھوڑ کر چلا آیا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا، اگر یہ کہتا میں مولانا مودودی کی نظر سے نہیں گذریں تو کم از کم استیعاب، ابن عبد البر کو تو انہوں نے بار بار اور غور سے دیکھا ہوگا اور جگہ جگہ انہوں نے اپنی کتاب میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔ اسی میں یہ واقعہ دیکھ لیتے :

”علی بن زید بن جراحان کہتے ہیں، مجھے حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا : اس شخص کی طرقت دیکھو۔ میں نے دیکھا تو اس کا چہرہ سیاہ تھا۔ انہوں نے کہا : اس سے پوچھو، کیا بات ہے، میں نے کہا مجھے تو آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا : یہ شخص حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا، میں اس کو روکتا تھا، مگر یہ نہ رکتا تھا تو میں نے کہا : یا اللہ ! یہ شخص ایسے دو آدمیوں کو برا بھلا کہتا ہے جن کے حساب میں وہ اعمال حسنہ گدرا چکے ہیں۔ حق تو عبادت ہے۔ اے اللہ ! جو کچھ یہ کہتا ہے اگر وہ تجھے پسند نہیں تو اس کے بارے میں مجھے کوئی نشانی دکھا۔ اس کے بعد اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔“

(استیعاب ص ۲۹۳ ج ۲)

بَانَ فِي ذَالِكَ الْعَبْدَةِ لَا مَوْلَى إِلَّا لِبَصَائِرِ

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

’خلافت و ملکیت‘ کو پڑھ کر مولانا مودودی کے بہت سے مفسرین کہہ دیتے ہیں کہ

۱۔ مولانا نے کونسی بات ایسی کہہ دی جو ناگفتنی تھی؟

۲۔ انہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔

یہی بات دراصل مولانا مودودی خود بھی فرماتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں پہلے تو چند

باتیں ایک ایسے شخص کی زبانی عرض کرتے ہیں جو اس وقت مولانا مودودی کی طرف سے وکیل صفائی

کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ہمدی مراد جاب ماہر القادری ایڈیٹر ’نارائن‘ اسے ہے۔

موصوف نے کبھی غلام احمد پر ویسے رد میں ایک پمفلٹ لکھا تھا جس کے دو اقتباس

قابل ملاحظہ ہیں :

۱۔ جو کوئی امام جعفر صادق، ابو حنیفہ، مالک، احمد بن حنبل، شافعی، سفیان ثوری،

فضیل بن عیاض، اوذاعی، غزالی، عبدالقادر جیلانی، ابن قیم، محمد دالت ثانی، شاہ

ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر مسلمین کے اسلام دیباچوں پر شک کر لیجئے، گونا گوتہ

سمجھتا ہے وہ یا تو فاجر العقل اور خطبہ الخواس ہے اور اگر یہ نہیں ہے، بلکہ وہ بقیہ

ہوش و حواس ایسی باتیں کرتا ہے تو پھر وہ نفس کے اس فریب میں مبتلا ہے جو پڑھنے

دے دے کر آدمی کو گمراہی کا مستقل ایجنٹ بنا دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ائمہ مجتہدین، محدثین، علماء غنائہ اور مشائخ طریقت کے اقوال گزشتہ اوراق میں آپ پڑچکے ہیں۔ اب کیا فرماتے ہیں مولانا مودودی کے اندر عقیدت مند اور ان کے وکیل صفائی پیش اس مسئلہ کے کہ مولانا نے تمام علماء امت سے جو اختلاف کیا ہے تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے

۲۔ جب قرآن کریم کی شرح و تفسیر کے بارے میں کوئی اس سطح تک اتر آئے کہ نیچے کوئی نہ کوئی نئی بات کہنی اور جدید فلسفہ پیش کرنا ہے تو پھر قرآن کریم سے ہر فلسفہ منسوب کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن کریم تو انسان کی صحت جسمانی کا نظام پیش کرتا ہے تو وہ قرآن کریم سے اپنے اس خود ساختہ نظریہ کی تائید میں دلیلیں لاسکتا ہے۔۔۔۔۔

(قول فیصل ص ۲۳)

جب قرآن کے ساتھ یہ ظلم ہو سکتا ہے، اور ہو رہا ہے، تو بیچاری تاریخ کا کیا کہنا ہے؟

ماہر القادری صاحب نے کبھی 'فاران' میں محمود احمد عباسی کی بدنام کتاب 'خلافت معاویہ و یزید پر مفصل تبصرہ کیا تھا۔ نقش اول کی چند بطور ملاحظہ ہوں:

"دنیا کی ہر بُری سے بُری اور گھٹیا سے گھٹیا کتاب میں کچھ نہ کچھ مقول باقی ضرور ملتی ہیں۔ جن لمحوں نے دج و باری کے انکار پر کتابیں لکھی ہیں، ان میں بھی بعض ایسی دلیلیں پائی جاتی ہیں جو عقل عمومی کو اپیل کرتی ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھ کر معلومات میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوتا ہے اور تحقیق کی بعض نئی راہیں کھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ تو اس قسم کی کتابوں کو کچھ



معقول دلیلوں اور جدید علمی و تاریخی اکتشافات کی بنا پر کیا سرائے جائے گا، اور ان کے مطالعہ کی لوگوں کو ترغیب دی جائے گی؟ ایک حق پسند اس قسم کی کتابوں کے بارے میں ایسا ردیہ سرگز اختیار نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایسی کتابوں کو پڑھ کر کسی خاص جذبہ کے تحت اس پر ذہول طاری ہو جائے، مگر جب تنقید نگاران کتابوں کی کمزوریوں کی نشان دہی کریں گے اور ان کے مجموعی تاثر کی مضرت کو سامنے لائیں گے اور اہل علم و دانش اور حق پسند ناقدین کی اکثریت ان کتابوں کو ناپسندیدہ قرار دے گی تو اس کے بعد اس ذہول کو دور ہو جانا چاہیئے!

اگر ایسی ناپسندیدہ کتابوں کی غلطیوں، کمزوریوں بلکہ گمراہیوں پر مطلع ہونے کے بعد بھی کوئی اپنے موقف پر پختہ رہتا رہتا ہے اور اپنی بات کی سچ مچ مانتا ہے۔ تو ایسے حتمی اہل قلم کی تحریریں اپنی تمام سنجیدہ دلیلوں اور زبان و بیان کی شوخی و گفتگوئی کے باوجود ذہن و فکر پر بڑے ہی نقش چھوڑتی ہیں اور جس طرح وہ کتابیں جن کو سراہا گیا ہے۔ بُری ہوتی ہیں، اس طرح اُن کی طرح سرائی اور غلط اندیش مضفیوں کے غلط اور کمزور موقف کی مدافعت کے بھی بڑے اور ناپسندیدہ نتائج نکلتے ہیں۔ . . . .

جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جمل و صفیوں کے معرکوں میں 'حق' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ میں تھا، اور جو معاملات حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان پیش آئے، اُن میں حضرت علی کا موقف حق و صواب سے زیادہ قریب تھا، بلکہ حق کے مطابق تھا۔ صحابیت کے شرف و لحاظ کا احترام کرتے ہوئے نرم سے نرم نقطوں میں جمہور امت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امیر معاویہ

سے اجتہاد ہی غلطی سرزد ہوئی۔ . . . . جو کوئی اپنی تاریخی تحقیق و اکتشاف کے  
 زعم میں . . . . . حقائق کو مستتب، مجروح اور غلط ثابت کرنا چاہتا ہے وہ حق و انصاف  
 کے ساتھ درحقیقت ظلم کرتا ہے اور اسلامی ادب و روایت کے ایک بہت بڑے  
 اصول توازن پر ضرب لگاتا ہے۔ جمہور امت نے تاریخ کے تمام  
 غلط و صحیح، ضعیف و قوی اور یقینی و متنبہ واقعات و روایات کو اچھی طرح  
 چھان بین کیا اور ان کی جانچ پڑتال کر کے ہی یہ رائے قائم کی ہے۔  
 دہانہ نامہ فاران کراچی اشاعت ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء

اس اقتباس پر ہم اپنی طرف سے ایک حرف کے اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ البتہ  
 ماہر القادری صاحب سے اتنا پوچھتے ہیں کہ کیا مولانا مودودی کی طرف سے وکیل صفائی کی فہراری  
 قبول کرنے سے پہلے انہوں نے اپنا کوئی 'توبہ نامہ' شائع کیا ہے تاکہ جو لوگ برسوں پر انصاف  
 اس لئے محفوظ رکھتے ہیں کہ سندر ہے اور بوقت ضرورت کام آوے، ان کا ناطقہ بند کیا جاسکے؟  
 اگر ایسا ہو تو 'توبہ نامہ' کی ایک کاپی ہمیں بھیجیادیں، میں توازن ہوگی۔

علاوہ انہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کہنا ہی سرے سے غلط ہے کہ مولانا مودودی نے جو  
 کچھ لکھا ہے وہ کتابوں سے نقل کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ:

- ۱۔ علماء امت میں سے کس نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی پالیسی بلاشبہ غلط تھی؟
- ۲۔ کس نے سیدنا علی المرتضیٰؓ کو غلط کہا ہے؟
- ۳۔ کس نے یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں جو رویہ اختیار کیا  
 تھی اس میں انہوں نے ٹھیکہ جاہلیت قدیمہ و کفر کے طریقہ پر عمل کیا؟

اعاذنا اللہ من ہذا المخراعات

علمائے امت ان حضرات سے قطعی بری ہیں اور ان کے سر یہ الزام بخونپنا سر اسر بہتان اور جھوٹ ہے

ایک عرصہ پہلے کی بات ہے کہ مولانا مودودی نے بخاری کی روایت لیسہ لکذیب ابراہیمی الثلاث کذبات الخ کے متعلق فرمایا تھا کہ ایک جلیل القدر نبی کو کاذب قرار دینے کی بہ نسبت یہ سہل ہے کہ بخاری کے رواۃ کو کاذب کہا جائے۔ آج ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط کار ٹھہرانے سے کہیں زیادہ سہل ہے کہ مولانا مودودی کو غلطی پر مان لیا جائے۔  
ہم اپنے جواب کو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارشاد پر ختم کرتے ہیں۔ شاید

لے جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے 'الاصابہ فی تمییز الصحابہ' میں فرمایا ہے:  
جب تم ایک شخص کو دیکھو کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سے کسی پر ہر حرف گیری کرتا ہے تو جان لو کہ وہ ذہین دے ہیں ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ قرآن برحق ہے اور جو کچھ حضورؐ لائے حق ہے۔ اور یہ سب کچھ ہم صحابہؓ کے واسطے سے پہنچا ہے تو صحابہؓ پر اعتراض کرنے کا مقصد اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے گواہوں کو مجروح کریں تاکہ اس طرح پر قرآن وحدیث ہی کو یکساں بنا کر رکھ دیں تو اس سے بدتر کہا بہتر ہے کہ خود ان کو قابل اعتراض اور مجروح قرار دیا جائے۔

کسی طالبِ حق کو اس سے فائدہ پہنچ جائے؛ فرماتے ہیں:

”اگر ہمارے سامنے کوئی آدمی ایسا آجائے جو بہنے میں اوروں سے زیادہ

تیز طرار ہو تو کیا اُس کی طراری کی وجہ سے ہم دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دینگے؟

درمائل شیخ الاسلام ابن تیمیہ، عقیدہ حمویہ ص ۴۲۰،

حافظ توبرو، بستہ دگی پیر معاش کن

بردامین اُوست زن و زہبہ بگیل

اس سلسلہ میں امام نوویؒ کے حوالے سے ایک قول، جو اہل سنت والجماعت کے مسلک

کی ترجمانی کرتا ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمایا جائے۔ ص ۸۵



## مولانا مودودی اور حکمت عملی

مولانا مودودی عمر بھر دوسروں کو حکمت عملی کا درس دیتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک آدمی اُس وقت تک ایک تحریک کی قیادت سنبھال ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ حکمت عملی سے نا آشنا نہ ہو۔ ایک جگہ فرماتے ہیں :

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام زندگی جن لوگوں کو قائم کرنا اور چلانا ہو انہیں سبھی کے حالات کا لحاظ کئے بغیر پورا پورا نسخہ اسلام کی بارگاہی استعمال نہ کرنا چاہیئے بلکہ عقل اور میناقی سے کام لے کر زمان و مکان کے حالات کو ایک مومن کی فراست اور فقیہ کی بصیرت و تدبیر کے ساتھ ٹھیک ٹھیک جانچنا چاہیئے۔ جن احکام اور اصولوں کے نفاذ کے لئے حالات سازگار ہوں انہیں نافذ کرنا چاہیئے اور جن کے لئے حالات سازگار نہ ہوں ان کو مؤخر رکھ کر پہلے وہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جن سے ان کے نفاذ کے لئے نقصان واقع ہو سکے اسی چیز کا نام حکمت یا حکمت عملی ہے۔ جس کی ایک نہیں بیسیوں مثالیں شارع علیہ السلام کے اقوال اور طریقہ عمل میں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت دین بھروسوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔

۱۔ تفہیمات ص ۱۴۲، ج ۳

اب ہم مولانا مودودی سے پوچھتے ہیں کہ جب آپ کا بنیادی مقصد ملک میں ضلوع

نظام کو لے آنا ہے تو عقل و بینائی کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے وقتاً فوقتاً آپ کی طرف سے ایسی باتیں کیوں وقوع میں آتی ہیں جو دین و دین دار طبقہ کے لئے انفعاض (دور بھاگ جانے) کا باعث بنتی ہیں۔ کبھی آپ ائمہ دین اور مجددین ملت پر تنقید کر رہے ہیں۔ کبھی صحابہ کرامؓ پر اعتراضات ہو رہے ہیں۔ کبھی آپ اسلامی فقہ کو منجمد شاستہ قرار دے کر اجتہاد کے دروازے کھول رہے ہیں تو کبھی منہ کے جواز کی صورتیں نکال رہے ہیں آخر یہ کیسی مومنانہ فراسنت اور فقیہانہ بصیرت ہے اور یہ کیا تدبیر ہے کہ کسی رفیق کار ہی نے بڑے خلوص کے ساتھ آپ کو کسی غلطی سے آگاہ کیا تو آپ نے انہیں یہ جواب دیا: چلے، جہاں دوسرے مجھے جھوڑ گئے ہیں وہاں ایک آپ بھی سہی۔ سبحان اللہ! کیا کتاب و سنت سے آپ نے یہی حکمت عملی سیکھی ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کو اساس ابراہیمی پر تعمیر فرمانا چاہتے تھے لیکن قوم کا لحاظ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ کی تکمیل سے باز رہے۔

یہ کتاب جو آپ نے تصنیف فرمائی ہے، ہمارے نزدیک تو ایک گناہ کا کام ہے، آپ کے نزدیک بھی زیادہ سے زیادہ یہ مباح ہی ہوگا۔ کوئی فرض یا سنت تو بہر حال نہیں ہے تو کیا آپ نے اس بات کا لحاظ فرمایا کہ دیندار حلقوں میں اس کی وجہ سے کتنا تنفر پھیلے گا؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بہت سے اہل علم اور بعض دینی جماعتیں مثلاً تنظیم

اہل سنت، انجمن اشاعت التوحید و السنۃ وغیرہ محض اسی کتاب کی وجہ سے مولانا

ممدودی سے تیزاد ہو گئی ہیں۔ باقی اگلے صفحہ پر

پھیلے گا۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متاویذ قریش کو تبلیغ کرنے کے دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا آجانا ناگوار معلوم ہوا تو اس پر سورہ عیس نازل ہوئی اور اس کے بعد سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ حضرت عبداللہؓ سامنے آتے تو آپؐ مرحبا میں عاتنی فیہ ربی کہہ کر انہیں اپنے پاس بٹھالیتے۔

یہ بھی آپؐ کو معلوم ہے کہ رفقا کار کے انتخاب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدَاوَةِ وَالْغَيْبِ  
يُؤْتِيهِمْ مِنْ فَضْلِهِ مَا يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ  
مَنْ ضَلَّكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَنتظر وَهُمْ (النعام ۵۲)

اُن لوگوں کو دور نہ کیجئے جو صبح شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ اُس کی رضا چاہتے ہیں۔ اُن کے حساب میں سے کچھ بھی آپ کے فقر نہیں ہے۔ اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز اُن کے ذریعے کہ آپ ان کو بھگا دیں۔

حاشیہ صفحہ نمبر ۱۲۵ سے آگے

۹ ساقیانگ ل از شور شر مستان نشوی

تو خود انصاف بدہ این ہمہ بنگامہ کہ لبت

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدْوَةِ  
وَالْعِشْرِ یَسْرِیْدُونَ وَجِهَهُ وَلَا تَقْعُدْ عِیْنُکَ عَنْهُمْ تَرَیْدُ  
نَرِیْنَةَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تَطْغِ مَنۢ أَغْلَقْنَا قُلُوبَهُ عَنْ ذِکْرِنَا  
فَاتَّبَعَ هَوْنًا وَكَانَ أَمْرًا فُرُطًا ۝

(کہف : ۲۸)

آپ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ رکے رہیے جو صبح و شام اپنے رب  
کی عبادت کرتے ہیں۔ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے  
خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے سبٹ نہ جائیں۔ آپ اُس شخص کا کتنا زمانے  
جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش کے  
پیچھے لگ گیا ہے اور اس کا معاملہ جیسے گذرا ہوا ہے۔

تو کیا آپ نے کبھی ان ہدایت ربانی اور اُسوہ نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)  
کو پیش نظر رکھا ؟

چلئے آخر ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ عثمان و علی، عائشہ و معاویہ، طلحہ و زبیر رضی اللہ  
عنہم جمیعین آپ کے نہیں ہمارے ہیں، لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ ملک میں ان کے کرداروں  
اندھے عقیدت مند (جی ہاں) اندھے عقیدہ مند! اہستہ کو اسی پر اصرار ہے اور غم بھی، بتتے  
ہیں تو کیا آپ نے اُن کے جذبات کی قدر کی ؟

تم کو آشفۃ مزاجوں کی خستہ سے کیا کام ؟

تم بیٹھ کے سنوارا کرو گیسو اپنے !



۱۹۵۱ء میں ملک کے لیے اسلامی آئین کا سوال اٹھا تو مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے طبع نازک رکھنے کے باوجود، پتہ نہیں، کس کس کے دروازے پر جا کر دستک دہی اور کس کس کی منت سماجت کی، بہر حال مختلف مکاتب فکر کے اکابر کو یک جا کر دیا۔

۱۹۵۳ء میں مجاہد العصر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہموا بزرگوں نے تحریک تحفہ ختم نبوت، "بھلانا چاہا تو مولانا ابوالحسناتؒ (بریلوی) کے آگے ہاتھ جوڑے، حافظ کفایت حسین شیعنی مجتہد اور سید مظفر علی شمس کی خوشامد کی مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ دال حدیث کو دعوت دی۔ خود جناب محترم سے درخواست کی۔ اس طرح پیر سرزمین پاک کی تاریخ میں ایک باب کا اضافہ ہوا کہ یہاں کے عوام اور علماء و قراء اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک عظیم مقصد کے لیے کفن بردوش میدانِ عمل میں آئے آپ اور آپ کے رفقاء کی طرف سے بلند مانگ دعاوی سننے میں آنے میں کہ ہماری جماعت پورے دین کے لیے جدوجہد کر رہی ہے لیکن اس عظیم نصب العین کی خاطر علمی اور دینی حلقوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے آج تک کتنی مرتبہ کوشش کی گئی ہے؟ اٹھا خود پنداری کا یہ عالم ہے کہ نہ اختلاف میں کوئی آپ کے معیار پر پورا اترتا ہے نہ اسلاف میں۔ ۷

غور و زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو کہ بندگانِ خدا پر زبانِ دواز کرے نور دہنیں لگا کر اسٹیل شخصیتوں کی عیب جوئی کی جاتی ہے۔ خیر خواہوں اور مخلصین نے فہمائش کی، لیکن آپ کی روش تبدیل نہ ہوئی نتیجہ دینی حلقوں میں آپ سے بدھنی پیدا ہوئی۔ اب فرمائیے کہ کیا اسی کا نام حکمتِ علی یا مصلحتِ اندیشی ہے؟ ۷

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل ہو آئندہ ہی سے نہ ٹپکا وہ لہو کیا ہے

۷ گو جناب وفاداری کا ثبوت زدے گے۔

## گر تو برانہ مانے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'بعض غیر تین اللہ کو پسند ہیں' وہ جو حق کی خاطر ہوں و حدائیت باری تعالیٰ، ذات رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ناموس صحابہؓ، احترام امہ و اولیاء کی خاطر ایک غیر متقد اور حق پرست انسان کے جذبات میں تلاطم برپا ہونا عداوت توقع نہیں ہے۔ آخر بخاری میں سیدنا صدیق اکبرؓ جیسے حلیم اور بردبار انسان کے بھی یہ کلمات موجود ہیں جو آپؐ نے حدیبیہ کے مقام پر عہدہ کو فرمائے تھے۔ اخص نظر اللات، مولانا مودودیؒ بھی یہ تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے:

"میرا یہ طریقہ بھی نہیں ہے کہ جو مجھے کوئی تھوکر مارے میں اُس کے آگے سر جھکا دوں۔ یہ طریقہ اُس کام کی عزت کے مطابق ہے جسے میں کر رہا ہوں اور اس طریقے سے فی الواقع دین ہی کی کوئی مصلحت پوری ہو سکتی ہے۔"

(ترجمان القرآن ص ۱۵۹ ج ۳۵)

آج صحابہؓ کے بارے میں مولانا کی زیادتیوں کے خلاف منبر و محراب سے اگر کوئی صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے تو "صالح نظام کے علمبردار" جز بڑکیوں ہوتے ہیں۔

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو حسبِ رچا نہیں ہوتا

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہر جاتے ہیں بدنام

ہم نے اپنی گزارشات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی علیک بالرفق  
 والحنن والعطف کے مطابق اپنا رویہ یہ رکھا ہے لیکن

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت دُرسے بھرنے آئے کیوں

اس بات کی تو ہمیں اجازت ہونی چاہیے کہ جو الفاظ مولانا مودودی نے اکابر علماء  
 کے بارے میں استعمال فرمائے تھے، آج وہ ہم اُن پر ٹوٹا دیں۔ حالانکہ مولانا نے وہ  
 ”کلماتِ کلیۃ“ اپنی ذات سے مدافعت کے سلسلے میں ارشاد فرمائے تھے اور ہم اصحاب  
 رسول سے دفاع کے سلسلے میں عرض کرتے ہیں: ۛ

میں اور ذوقِ بادہ کشی؟ ے گتیں مجھے

یہ کم نگاہیاں تری بزمِ شراب میں

قارئین کو معلوم ہو گا کہ چند سال قبل مولانا مودودی کے خلاف مختلف مکاتب فکر  
 کی طرف سے متعدد رسائل شائع ہوئے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ اس قسم کی کارروائی سے  
 جو لوگ اُس وقت کرب و اذیت محسوس کرتے تھے، اُن میں سے یہ ناچیز بھی ہے۔

مولانا مودودی کی زبان کی شستگی اور پاکیزگی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے حضرات  
 زحمت گوارا فرما کر ترجمان القرآن کے اُن اوراق کا مطالعہ فرمائیں جن میں انہوں  
 نے اپنے مخالف علماء کے حق میں کلیۃً قسم کے مخالف متعصب احادیث کو توڑ کر حکمت  
 نااہل، مناعِ لغیر، الزام اور بہتان تراش، غرض پرست اور دلی وغیرہ کے  
 الفاظ استعمال فرمائے ہیں ۛ

اتنی نہ بڑھاپائی دامن کی حکایت دامن کو ذرا دیکھو ذرا بند تبا دیکھو



ماہنامہ ترجمان القرآن میں جوابات آتے تھے۔ پرچے کا پُرانا فائل ہمارے سامنے ہے۔  
صفحہ ۵۹ ج ۲۵ میں مولانا نے مفتی سعید احمد صاحب، مولانا کفایت اللہ صاحب،  
مولانا جیل احمد صاحب تھانوی، مولانا اعجاز علی صاحب اور مفتی مہدی حسن صاحب کے  
فتوؤں کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ راقم اسے اپنے معروضہ کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

مولانا مودودی نے ارشاد فرمایا :- اگر جان بخشی ہو تو یہ ناچیز عرض کرتا ہے :-

یہ حضرات اس مقام سے گزر چکے ہیں	صالح نظام کے علیہ دار حضرات اس مقام
جہاں ان کو خطاب کرنا مناسب اور	سے گزر چکے ہیں جہاں ان کو خطاب کرنا
مفید ہو۔ سب سے زیادہ انہوں	مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ انہوں
مجھے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے	مجھے خود مولانا مودودی صاحب پر ہے
کیونکہ میں ۲۲ سال سے ان کا نیا زمند	کیونکہ میں عرصہ دراز تک ان کا عقیدہ مند
ہوں اور ہمیشہ ان کا احترام کرتا رہا	رہا ہوں اور ہمیشہ ان کا احترام کرتا رہا
ہوں۔ انہوں نے انہوں نے جماعتی	ہوں۔ انہوں نے انہوں نے جماعتی
عصبیت میں آنکھیں بند کر کے یہ	رہبرِ حق کے نقشہ میں آنکھیں بند کر کے یہ
فتویٰ تحریر فرمادیا یہ بہت بُرا تو شر	کتاب و خلاف و علو کینت تحریر فرمادی
آخرت ہے جو انہوں نے اپنی عمر کے	یہ بہت بُرا تو شر آخرت ہے جو انہوں
آخری دور میں اپنے ساتھ لیا ہے،	نے اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے ساتھ
رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے	لیا ہے۔ . . . . ان کی کتاب پڑھ
پڑھ کر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جس	کر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جس وقت
وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے اس وقت	یہ کتاب لکھی جا رہی تھی اس وقت خدا



کا خوف اور آخرت کی جواب دہی  
کا احساس شاید اُن کے قریب  
بھی موجود نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اُن کے ساتھ  
بڑا احسن ظن رکھتا تھا۔ مگر اب اُن کی  
یہ کتاب دیکھ کر تو میں الیا محسوس کرتا  
ہوں کہ اہل تشیع کے سستی اور تبرا  
کرنے والے گروہ سے اُن کا مقام کچھ  
بھی اونچا نہیں۔

خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی  
کا احساس شاید اُن کے قریب بھی  
موجود نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے  
ساتھ بڑا احسن ظن رکھتا تھا، مگر اب  
اُن کے یہ فتوے دیکھ کر تو میں الیا  
محسوس کرتا ہوں کہ بریلوی طہر کے فتوے  
باز و کافر ساز مولویوں سے ان کا مقام  
کچھ بھی اونچا نہیں۔

یہ بھی سن لیجئے کہ علماء کرام کے جن فتووں پر مولانا مودودی نے اس قدر غیظ و غضب  
کا اظہار فرمایا ہے اُن میں کیا کچھ لکھا تھا۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ ترجمان کے صفحات  
میں موجود ہے بطور نمونہ اس کا متن درج ذیل ہے:-

”مودودی جماعت کے ائمہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں۔ وہ  
کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں۔ اگرچہ اُن کی اپنی  
نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے، تاہم دینی مہجانات ضعیف  
ہے، اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے اُن کے مضامین میں بڑے  
بڑے علماء و اعلام بلکہ صحابہ کرامؓ پر بھی اعتراضات ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو  
اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیئے اور ان سے میل جول، ربط و اتما و نہ رکھنا  
چاہیئے، ان کے مضامین بظاہر دلکش اور اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں

ہی وہ باتیں دل میں بیٹھتی جاتی ہیں جو طبیعت کو آزاد کر دیتی ہیں اور  
بزرگان اسلام سے بذریعہ بنا دیتی ہیں۔“

(ترجمان اسلام ص ۱۱۲ ج ۳۶ عدد ۲)

یہ ہے وہ تحریر جسے مولانا مودودی نے برصغیر کے مفتی اعظم کی ۳۲ سال کی نیازمندی  
کے بعد، اُن کے لئے ”برائوثر آخرت“ قرار دیا۔ اس فتویٰ کے لفظ لفظ کو پڑھ لیجئے اور  
”خلافت و طوکیث“ سے موازنہ کیجئے کہ مولانا مودودی نے عمر کے آخری دور میں کیا توشہ  
آخرت تیار کیا ہے۔

اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن ایک تو یہ موضوع خود ہمارے نزدیک  
ناخوشگوار ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

اندھے گفتگو پیش تو علم و دل، بہت سیدم  
کہ آذر وہ شوی، ورنہ سخن بسیارست

## آخری التماس

مولانا مودودی فرماتے ہیں اور اُن کا یہ فرمان بڑا امید افزا ہے :

”ہمارا ہمیشہ سے یہ اعلان ہے اور آج بھی ہم اس پر قائم ہیں کہ ہماری جس بات کو خدا کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت کے خلاف ثابت کر دیا جائے ہم بلا تامل اس سے رجوع کر لیں گے۔“

(ترجمان القرآن جلد ۳۶ عدد ۲ ص ۱۱۸)

ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے قرآن حدیث اور علماء سلف کے حوالوں سے کیا ہے۔ اس لئے مولانا کی خدمت میں نہایت مختصراً اور خیر خواہانہ التماس ہے کہ :

”ہر فریٹ پر اور کسی غلطی اور زیادتیاں میں دوسرے دور پہنچ جانے کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ مولانا سے ہم اس جرأت ایمانی کی توقع رکھتے ہیں کیا عجیب ہے کہ ہماری یہ نگہداشتیں اُن کے سینہ کو قبول حق کے لئے کھول دیں اور اگر خدا نخواستہ وہ اسی انداز پر اپنی اس بدنام کتاب کی

---

لے اس التماس کے لئے ہم نے الفاظ ماہر القادری صاحب سے لئے ہیں۔ معروف خط کشیدہ الفاظ ہمیں تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے ان الفاظ سے عامر عثمانی صاحب کو خطاب کیا تھا ملاحظہ ہونا ان ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء

تائید و مدافعت پر مجبے رہے، تو اہل حق یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے  
 کہ مصری ادبائشوں اور خوارج کی تہواروں کی طرح اُن کے قلم نے بھی  
 اصحابِ رسولؐ کے ساتھ ظلم روا رکھا ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب  
 کو حق شناسی، حق گوئی اور حق کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!  
 محترم مولانا! ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ کبھی آپ نے کھانا:

”ہم اور ہمارے مخالفین، دونوں اپنا اپنا نامہ اعمال خود تیار کر رہے ہیں  
 جن اعمال کو ہم اپنے حساب میں درج کرنا چاہتے ہیں، اُن کے لئے گوشاں ہیں  
 اور دوسرے فضول کاموں میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔۔۔۔۔  
 ایک وقت آئے گا کہ ہم سب کے ہاتھ میں اپنا اپنا تیار کردہ کارنامہ حیات  
 دے دیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اِذَا قُرِئَ كِتَابُكَ كَفَىٰ لِنَفْسِكَ الْيَوْمَ  
 عَلَيْكَ حَسِبًا“ (ترجمان القرآن جلد ۳۵ عدد ۵)،

اے کاش! آپ اسی کی ہی لاج رکھ لیں۔۔۔ ورنہ تو۔۔۔

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ لَجِيْدٌ

تم جو چاہو کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو یقیناً وہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

ہم اپنی معروضات کو اس ارشادِ ربانی پر ختم کرتے ہیں:

اِنَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا اَعْمَالُكُمْ وَكَمْ اَعْمَالُكُمْ

لَا حِیَّةَ بَیِّنًا وَبَیِّنًا ۝ اِنَّهُ یَبْصُرُ بَیِّنًا وَرَایَہُ الْبَیِّنُ

نہاۃ الکتاب البیلة النصف من شعبان ۱۳۸۴ھ وللّٰہ الحمد



# ماخذ

- ۱- القرآن الحکیم
- ۲- صحیح بخاری
- ۳- صحیح مسلم مع نووی
- ۴- سنن ابی داؤد
- ۵- جامع ترمذی
- ۶- سنن ابن ماجہ
- ۷- مؤطا امام مالک
- ۸- مشکوٰۃ المصابیح
- ۹- جامع صغیر سیوطی
- ۱۰- فتح الباری
- ۱۱- اشعۃ اللمعات
- ۱۲- مسوئی شرح مؤطا
- ۱۳- تدوین حدیث مولانا گیلانی
- ۱۴- تفسیر بیان القرآن
- ۱۵- تفسیر ماجدی
- ۱۶- عقیدہ طحاوی
- ۱۸- شرح عقائد نسفیہ
- ۱۹- شرح فقہ اکبر
- ۲۰- الیواقیت و الجواهر
- ۲۱- غنیۃ الطالبین
- ۲۲- رسائل ابن تیمیہ
- ۲۳- تفسیرات الخطیۃ، شاہ ولی اللہ
- ۲۴- شفا قاضی عیاض
- ۲۵- نسیم الریاض
- ۲۶- قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ
- ۲۷- ازالۃ الخفاء
- ۲۸- استیعاب ابن عیہ الیر
- ۲۹- تذکرہ الحفاظ و جہلی
- ۳۰- زرقانی شرح مواہب اللدنیہ
- ۳۱- مقدمہ ابن خلدون
- ۳۲- کتاب الروح ابن قیم
- ۳۳- شریعی شراعیہ سراجی
- ۳۴- وعظ استمرار التوبہ حضرت نقوی
- ۳۵- سیرۃ النبی، علامہ شبلی
- ۳۶- تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں
- ۳۷- احکام اشرفیہ ناضل کیلوی
- ۳۸- تفسیرات، مولانا مودودی
- ۳۹- تفسیرات، مولانا مودودی
- ۴۰- سیاسی کشمکش
- ۴۱- تجدید و حیاتیہ دین
- ۴۲- قابل مہامہ ترجمان القرآن
- ۴۳- ہفت روزہ چٹان
- ۴۴- قول فیصل، امام القادری
- ۴۵- قابل مہامہ، ستاران
- کراچی

## ضمیمہ

میں نے اپنی کتاب پائیکیل کو پہنچانے کے بعد ایک محترم دوست کو بغرض مطالعہ دی جن کا ذہن مولانا مودودی کے قلم سے بہت متاثر ہے لیکن وہ سلیم الطبع آدمی ہیں، اور کسی کے ساتھ تفصیل نہیں برتتے۔ انہوں نے کتاب کو دیکھ کر میری گزارش کے مطابق چند حل طلب شبہات ظہور کئے اور مجھ سے اُن کے متعلق تسلی کرائی جاہی۔ اگرچہ ان شبہات کے جوابات گذشتہ اوراق میں موجود ہیں اور بغور اگر میری معروضات کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تاہم خیال یہ ہے کہ مولانا مودودی کی تصنیف اور راقم کے تبصرہ کو دیکھ لینے کے بعد زیادہ سے زیادہ جن سوالات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے وہ یہی ہیں جو محترم موصوف نے پیش کئے ہیں۔ اس لئے اُن کے جواب میں جو کچھ میں نے لکھا مناسب معلوم ہوا کہ اسے سوانامہ سمیت ضمیمہ کے طور پر کتاب میں شامل کر دیا جائے تاکہ قاریین کے لئے مزید اطمینان اور تسلی کا باعث ہو۔

## محولہ بالا مکتوب

بخدمت محکم و محترم جناب علامہ صاحب!

سلام سنون! آپ کی تصنیف "صحابہ کرام اور ان پر تنقید؟" کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی اس مہربانی کا شکریہ۔

یہ بات صحیح ہے کہ مولانا مودودی کی کتاب کو دیکھنے سے خیالات پر اثر پڑتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں آدمی کی رائے میں تبدیلی ہو جاتی ہے میں خود بھی ایک گز اس سے متاثر تھا۔ اب بہت حد تک اطمینان ہو گیا ہے پھر بھی چند چیزیں ذہن میں کھینچی ہیں۔ ان کی صفائی چاہتا ہوں۔

۱۔ آپ نے سرورق پر لکھا ہے کہ یہ تبصرہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہے لیکن اصل موضوع سے متعلق آپ کوئی آیت نہیں پیش کر سکے۔ آپ کا استدلال صرف احادیث اور علماء کے اقوال تک محدود رہا ہے۔ کیا قرآن کریم اس بارہ میں خاموش ہے؟ اور آپ کا اپنے تبصرہ کو کتاب و سنت کی روشنی میں کہنا کیسے صحیح ہے؟

۲۔ فارسی کی مثل مشہور ہے "تناہ باشد چیز کے، مردم نہ گویند چیز ہمارے"۔ مولانا مودودی نے جو کچھ لکھا ہے اس کے باقاعدہ دلائل دیتے ہیں۔ اگر ان کے یہ دلائل صحیح نہ بھی ہوں تب بھی دال میں کچھ کا لا ضرر ہو گا۔ ان

واقعات کی آخر کچھ تو اصلیت ہوگی۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ جو دلائل آپ حضرات پیش کرتے ہیں وہ انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں اور جو وہ پیش کرتے ہیں وہ آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہیں؟ عجیب ماجرا ہے۔

۳۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے حضرات صحابہ کرامؓ اور ائمہ دین کو معصوم نہ جاننے کے باوجود ان کے دامن تقدس کو بے وادع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ صرف غیبت کا نتیجہ نہیں ہے؟

۴۔ جہان گاہ میں جانتا ہوں آپ نظریاتی لحاظ سے مولانا مودودی کے بڑے حامی رہے ہیں اور ان کے بنیادی کام تحریک اقامت دین کی تعریف فرماتے رہے ہیں، لیکن اب کیا وہ اتنے بڑے ہو گئے ہیں کہ ان کی علمی مخالفت آپ نے اپنے اد پر فرض سمجھ لی۔ کیا آپ کے اس طرز عمل سے اُس بنیادی مقصد کو نقصان نہیں پہنچے گا؟

۵۔ میرے خیال میں آپ نے بھی اس حقیقت کو نظر انداز فرما دیا ہے کہ مولانا مودودی کوئی تاریخ نہیں لکھ رہے بلکہ وہ دراصل اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ خلافت کی جگہ ملکیت نے کیونکر لے لی۔ ظاہر ہے کہ ایک نظام کی جگہ دوسرا نظام تدریجاً لیتا ہے۔ اب اگر وہ حفاظتی صحیح ہوں گی تو انہی مولانا مودودی نے فرمائی ہے تو کیا بعید ہے؟

نقذ والسلام



## خط کا جواب

محترمی جناب ..... صاحب! زید مجھ کو

وعلیکم السلام وحمۃ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے کہ آپ نے پوری معافی قلب سے اپنے شبہات اور غدشات کا اظہار کر دیا ہے۔ مجھے آپ کے خط سے محسوس ہوا کہ یہ سوالات جو مولانا مودودی کے عقیدت مندوں کی طرف سے بالعموم پیش کئے جاتے ہیں، اُن کے بارہ میں کتاب کے پڑھنے والے کی تشنگی ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے مجھے کچھ مزید عرض کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کا شکریہ ادا ہوں۔

کوشش کروں گا کہ مولانا مودودی کی تحریریں سامنے رکھ کر ہر سوال کا جواب دے سکوں!

واللہ الموفق لما یزید

## جواب سوال نمبر ۱

میں نے جو لکھا ہے کہ یہ تبصرہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہے تو پوری کتاب کے متعلق لکھا ہے نہ کہ کسی ایک مسئلہ یا ہر مسئلہ کے متعلق۔ تو پوری کتاب میں احادیث اور اقوال کے علاوہ آیات بھی موجود ہیں۔ رہا آپ کا یہ پوچھنا کہ کیا قرآن کریم اس بارہ میں خاموش ہے؟ تو عرض ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے مناقب جلیلہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل پر قرآن کریم کی بیسیوں آیات موجود ہیں۔ اذات الخفاء مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اٹھا کر دیکھے۔ ایک طویل فصل اس موضوع پر موجود ہے۔ ان آیات اور پھر مفسرین کے اقوال کو نقل کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے اور میں نے حتی الامکان اختصار سے کام لیا ہے۔ یہاں پر مولانا مودودی کی تفہیم القرآن سے چند حوالے بطور نمونہ نقل کرتا ہوں۔

### الف

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بیان کرتے ہوئے ایک لفظ فرمایا گیا ہے ”بِزَكِيَّةٍ هُنَّ“ جس کا ترجمہ مولانا فرماتے ہیں۔

”اور ان کی زندگیاں سنوارے“ (تفہیم القرآن ص ۱۱۲ ج ۱)

پھر اس کی تشریح بھی خود اُن کی زبانی سنئے :

" زندگی سنوارنے میں خیالات، اخلاق، عادات، معاشرت، تمدن  
سیاست غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے "

(حوالہ مذکور)

اب آپ سوچئے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تربیت دینے والے  
اور حضرات صحابہ کرامؓ تربیت پانے والے پھر حالت یہ ہے کہ سیدنا  
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سیاست میں خام اور ناچختہ۔ سیدنا علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہ غلط کار اور قصور وار، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ  
فقہ پر دان اور سادھی۔ حضرت معاویہؓ قیصر و کسریٰ کی طرز کے ایک ظالم و  
جابر بادشاہ۔ العباد باللہ !

مَثَل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ کیا صحابہؓ کا کردار یہی ہو تو پھر.....  
کیا یہ جملہ براہ راست شان رسالت پر نہیں ہوگا۔ ؟

جہاں بلب پائیس سے کوئی، کوئی بد منسی سے  
کیا یہی ہے ترا آبِ حیات اے ساقی ؟

ب

سورہ بقرہ کی آیت میں اُمّہٌ دَسَطًا کے لفظ آئے ہیں۔ مولانا

مودودی لکھتے ہیں :

"امت وسط، کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے

کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو۔ جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا و غلط کسی سے نہ ہو۔“

(تفہیم القرآن ص ۱۹ ج ۱)

قرآن کے اولین مخاطب حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔ اب سوچیے کہ ایک طرف قرآن مجید کا یہ خطاب جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا اور اس کی مذکورہ بالا تشریح، دوسری طرف مولانا مودودی کے یہ ارشادات کہ غلطی راشدینؓ، عدل و انصاف کی روش پر قائم نہ رہے۔ عشرہ مبشرہ اور کبار صحابہؓ نے توسط کی راہ کو چھوڑ دیا آپؐ کس کو صحیح مانیں گے اور کس کو غلط؟

ج

آیت کریمہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ اُخْرٰی کی تشریح میں مولانا مودودی فرماتے ہیں :

”نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو نبیا جباروں کے دنیا کی امامت و رہنمائی کے جس منصب سے بنی اسرائیل اپنی نااہلی کے باعث معزول کئے جاسکے ہیں، اس پر اب تم مامور کئے گئے ہو، اس لئے کہ اخلاق و اعمال کے لحاظ سے اب تم دنیا میں سب سے بہتر انسانی گروہ بن گئے ہو اور تم میں وہ صفات پیدا ہو گئی ہیں جو امامت عادلہ کے لئے ضروری ہیں یعنی نیکی کو قائم



کرنے اور بدی کو مٹانے کا جذبہ و عمل . . . .

در تفہیم القرآن ص ۲۴۹ ج ۱

غور کیجئے کہ قرآن کریم تو صحابہؓ کی جماعت کو دنیا کا امام و رہنما، امامت عادلہ کا مستحق اور سب سے بہتر انسانی گروہ قرار دیتا ہے۔ لیکن مولانا مودودی حضرت عثمانؓ کی پالیسی کو قطعی غلط قرار دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو غلط کار ٹھہراتے ہیں۔ دوسرے حضرات کو غیر قانونی کارروائیوں کا مرتکب بتاتے ہیں بعض کو سازشی اور بعض کو سادگی اور اعلیٰ سے مطعون کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ اور دیگر اموی صحابہؓ کو تو شاید اس گروہ میں شامل ہی نہیں مانتے ہوں گے۔

تفہیم القرآن کے دو جلد اس وقت میرے سامنے ہیں۔ ان میں پندرہ پارے آگئے ہیں اور ان میں بیسیوں آیات حضرات صحابہؓ کرامؓ کی تخریص میں آئی ہیں۔ جب دوسری تفسیریں اٹھا کر دیکھی جاتی ہیں تو نظریہ آتا ہے کہ مفسرین صحابہؓ کی عظمت کو خوب کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن مولانا مودودی اتنی تیزی کے ساتھ دہاں سے بھاگ کر گزرتے ہیں جیسے بجلی کو نہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کہیں صحابہؓ کی اجتہادی خطا کا ذکر آجاتا ہے تو ان کا قلم خوب اپنے جوہر دکھانے لگتا ہے۔ خصوصیت سے اموی خاندان کے صحابہؓ کرامؓ کا نام نہایت روکھے پن سے لیتے ہیں۔ کہیں حضرت اور رضی اللہ عنہ کا نشان نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ کے تذکرہ میں بھی پوری خشکی دکھائی ہے یہ ان کی عنایت ہے کہ ”خلافت و بلوکیت“ میں حضرت اور رضی کا اضافہ

گوارا فرمایا ہے۔

بائیں مہر صحابہ کرام کی عمومی منقبت اور فضیلت جو مذکورہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہوتی ہے، کیا ان کے بعد ان دیادتیوں کی کوئی گنجائش ہے، جو ”خلافت و ملکیت“ میں کی گئی ہیں؟

مگر خبیہ دار می یا زحقی لاہوت  
برودان خود بنہ مہر سکوت

## جواب سوال نمبر ۲

آپ نے یہ خوب فرمایا کہ جب کبار صحابہؓ کو مطعون کرنے کے لئے مولانا مودودی نے تاریخی حوالہ جات کا انبار لگا دیا ہے تو ضرور دال میں کچھ کالا ہو گا۔ میرے محترم! یہ ایک اتنی سطحی بات ہے جو آپ جیسے سنجیدہ آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ آپ خود سوچئے کہ مخالف حلقوں کی طرف سے خود مولانا مودودی کی ذات پر کیسے کیسے الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ امریکہ کا وظیفہ خوار اور ایجنٹ ہونا تو ایک عام الزام ہے اور سبیکڑوں نہیں تھڑوں لوگ اُن کو دھرنے والے ہیں تو کیا آپ کا دل اس کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہے؟ مولانا مودودی نے اپنی کتاب میں طعن بازی کا سلسلہ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ سے شروع کیا ہے لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ ایک طبقہ زبان و رازی اور طعن و تشنیع کا یہ سلسلہ خلیفہ اول سے شروع کرتا ہے اور ہر کتاب کے کل کو مولانا مودودی خود یا اُن کا کوئی ہم مسلک اس طبقہ کی ہمنوائی میں حوالہ جات کا انبار لگا دے تو کیا پھر دلوں بھی آپ اپنے عقائد و نظریات کی شکست اس برودی دلیل کی بنا پر مان لیں گے؟

بلکہ اس سے بھی آگے چلئے منتشر قہین تو شان رسالت تک کو مجروح ثابت کرنے کے لئے دلائل کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ کیا اُس وقت بھی آپ "نا نہ باشد

چیز کے مردم نہ گویند چیز با "کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان بالرسالت میں لچک پیدا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے؟

علمی دلائل کی دنیا میں بات وہ وزن رکھتی ہے جو واقعات اور ہمارے دماغ کی روشنی میں ثابت کر کے دکھا دی جائے " ایسا ہو گا اور ویسا ہو گا " یہ تشکیب جملے بالکل کھوکھلے اور بے وزن ہیں۔

یہ بات کہ جو دلائل ہم لوگ دیتے ہیں، مولانا مودودی انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں تو اس کا جواب میرے ذمہ نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حدیث کی مغربہ کتابوں، صحاح ستہ وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ عقائد کی مشہور اور مسلمہ کتابوں سے لیا ہے۔ جن کے تعارف کی بھی ضرورت نہیں ہے ان کی تائید میں قرآنی آیات اور مفسرین کے اقوال پیش کئے ہیں۔ یہی چیزیں ہیں کاہر ہیں۔ آپ مولانا مودودی سے پوچھئے کیا وہ بھی اپنی تائید میں قرآن و حدیث کی تفصیل، فقہاء اور متکلمین کی تصریحات پیش کر سکتے ہیں؟ اور ان واضح دلائل کے جواب میں کیا فرماتے ہیں جو مجھ جیسے نیاز مند پیش کرتے ہیں۔

البتہ آپ کو مطمئن کرنے کے لئے ایک بیماری کی نشاندہی خود مولانا ہی کے فرمان سے کئے دیتا ہوں:

"جب کوئی شخص آپ کے پیش کردہ طریقہ کو جانچنے کے بعد ایک دفعہ رد کر دیتا ہے تو اس کا ذہن کچھ اس طرح مخافت سمیت میں چل پڑتا ہے کہ پھر آپ کی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ کی دعوت کے لئے اس کے کان بہرے اور آپ کے طریقہ کی خوبیوں کے لئے اس کی آنکھیں اندھی



ہو جاتی ہیں! اور صریح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ فی الواقع اس کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔“

(تفہیم القرآن ص ۵۲ ج ۱)

’بکثرت انسان ایسے ہیں جن کے سامنے آفاق اور انفس میں اللہ کی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں مگر وہ جانوروں کی طرح انہیں دیکھتے ہیں اور کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔۔۔۔۔ ایسی ایسی نشانیاں اُن کے مشاہدے میں آتی ہیں جو قلب کو ایمان سے لرزہ کر دیں مگر چونکہ وہ مطالعہ کا آغاز ہی تعصب کے ساتھ کرتے ہیں اور اُن کے پیش نظر دنیا اور اُس کے فوائد و منافع کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس مشاہدہ کے دوران میں ان کو صداقت تک پہنچانے والی کوئی نشانی نہیں ملتی، بلکہ جو نشانی بھی سامنے آتی ہے وہ انہیں الٹی دہریت، الحاد، مادہ پرستی اور پیرست ہی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔“

(تفہیم القرآن ص ۵۳۸ ج ۱)

اٰمَنَّا وَصَدَقْنَا اب اس جہاد میں کہیں مولانا مودودی خود کو مبتلا نہیں ہو گئے۔ اس کی تشخیص آپ کرتے ہیں۔

باقی رہا یہ امر کہ جو تاریخی حوالے مولانا مودودی پیش کرتے ہیں، وہ کیوں ہم سے اوجھل ہیں۔ تو باید رکھنے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں نہ کہ طبری اور ابن اثیر پر۔ دریا کا پانی ریت کو ہمارے پاس جاسکتا ہے لیکن کوہ پیکر موحیوں پہاڑوں سے ”مگر اگر اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں بلکہ خود ہی پیچھے کو سبٹ آتی ہیں۔ کسی مؤرخ کی لکھی ہوئی کوئی بات اُسی وقت

قابل قبول ہوگی جب کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ تو تاریخی روایات کا ایک سیلاب بھی اٹھ اٹھے تو قرآن کی ایک آیت اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتی حدیث صحیح کا ایک جملہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور یہ بھی آپ غلط سمجھے ہیں کہ مولانا مودودی نے اپنی تائید میں جو تاریخی حوالے دیے ہیں فی الواقع ان کے نقل کرنے میں اُس دیانتداری اور علمی ثقاہت سے کام لیا ہے جن کی اُن سے توقع کی جاسکتی تھی "عادلانہ دفاع" کے ہر دو حصے غالباً آپ نے دیکھے ہوں گے فاضل مصنف نے بڑی محنت اور کاوش سے کام لے کر ایک ایک الزام کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے باوجود آپ مولانا مودودی کے مضمرات اور ہتھانات کو مدلل مناقشے سمجھ رہے ہیں۔

اور اگر بالقرض یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ ان روایات کی بھی کوئی حیثیت ہے جن سے کبار صحابہؓ کی شان مجروح ہوتی ہے تو مولانا مودودی ہی کے بیان فرمودہ اول سے کام لے کر کیوں نہ ان روایات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے جو صحابہؓ کی عام زندگی اور مجموعی طرزِ زیور و تہذیب سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ مولانا فرماتے ہیں :

جب دونوں طرح کی روایات موجود ہیں اور سند کے ساتھ بیان ہوئی ہیں تو آخر ہم ان روایات کو کیوں نہ ترجیح دیں جو ان کے مجموعی طرزِ عمل سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور خواہ مخواہ وہی روایات کیوں قبول کریں جو اس کی ضد نظر آتی ہیں۔

## جواب سوال نمبر ۳

آپ کا یہ سوال نہایت ہی تعجب خیز ہے کہ صحابہؓ کے دامن تقدس کو بے داغ ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر اس کے جواب میں میں اتنا عرض کر دوں کہ آخر صحابہؓ کو غلط کار، مجرم اور گنہگار ثابت کرنے کا شوق کیوں ہے تو غالباً کافی ہو جائے گا۔ تاہم آپ کے اطمینان کے لئے مولانا مودودی کا ایک ارشاد نقل کرتا ہوں:

”ہندوؤں میں بھی جب اخلاقی احتیاط اتنا نہ پہنچ گیا، تو وہ لڑپھر تیار ہوا جس میں دیوتاؤں کی، دہنیوں، مینوں اور اوتاروں کی غرض جو بلند ترین آئیڈیل قوم کے سامنے ہو سکتے تھے، ان سب کی زندگیاں بد اخلاقی کے تارکوں سے سیاہ کر ڈالی گئیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ جب ایسی عظیم الشان ہستیاں ان قبائح میں مبتلا ہو سکتی ہیں تو بھلا ہم معمولی فانی انسان ان میں مبتلا ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں اور پھر جب یہ افعال اتنے اونچے مرتبے والوں کے لئے بھی شرمناک نہیں ہیں تو ہمارے لئے کیوں ہیں۔“

(تفہیم القرآن صفحہ ۸۲ ج ۲)

خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت امت مسلمہ کے نزدیک آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ

تاجیہ کا معیار مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَحْتَمَیْ فَمَا کَرِهُ اس مقدس گروہ کو ایڈیل قرار دے دیا ہے۔ دودھ کا جلا چھانچھ کو بچونکے، علماء امت ڈرتے ہیں کہ اگر صحابہؓ اور ائمہ دین کی تصاویر اس کیمرے سے کھینچی جاتی رہیں جس سے مولانا مودودی نے کام لیا ہے تو پھر دین اور دینی اقدار کا خدا محفوظ۔

آپ ہمیں "عقیدت" کا طعنہ دیتے ہیں لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ اسی عقیدت پر زندگی کے لمحات گزریں اور اسی پر موت آئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ حَبْلًا وَحَدَّ مِّنْ یُّمُکَ۔

۷ دیوانہ کی عشق بڑی چیز ہے سیما

یہ اس کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا دے

در اصل شریعت مقدسہ کا منکر ہے کہ کسی صحابی کی کسی لغزش اور خطا کا علم ہو تو اُس سے کفِ لسان اور تسامح کیا جائے۔ اِذَا ذُکِرَ اَحْتَمَیْ فَاَمْسِكُوْا یہی عقیدہ اہلسنت والجماعت کی تمام کتب عقائد میں مذکور ہے اور اسی کی تبلیغ و تلقین علماء کر رہے ہیں۔ اب اسے خواہ عقیدت کا نام دیا جائے خواہ اور کوئی۔ بہر حال اسی کی رعایت کی جائے گی تو نجات ہے ورنہ تو ہلاکت اور تباہی۔

اَللّٰهُمَّ اَلْهِنَا سُرُشْدَنَا وَاعْزِزْنَا مِّنْ شَرِّ وُجْهِ الْفَسَادِ



## جواب سوال نمبر ۴

مولانا مودودی کے تنازعاتوں میں سے تنہا میں ہی نہیں بلکہ بہت سے دوسرے مقتدر اہل علم بلکہ بعض علمی حلقے اُن سے برگشتہ ہو گئے ہیں اور آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہی ہم لوگوں کی حق پرستی کی دلیل ہے۔ اب تک مسک کے اکابر علما کے اختلاف کے باوجود ہم مولانا کے محاسن کو ترجیح دیتے رہے اور اُن کی علمی غلطیوں کو قابل درگزر سمجھتے رہے لیکن دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا نہیں، جن تپوں سے امید تھی کہ وہ آشیائے کے محافظ تاجت ہوں گے جب وہ بھی صیاد کے معاون بن کر آگ کو ہوا کرنے لگے تو کیا اب بھی اُن کو وفادار کہا جاسکتا ہے؟

اگو میں نے مولانا مودودی کی ذات کے بارے میں وہی مسک اختیار کر لیا ہے جو وہ صحابہ کرامؓ اور علماء دین کے بارے میں اختیار کرتے ہیں: ”اُن کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہوگا۔“

(خلافت و ملکیت ص ۱۵۳)

تو اس پر اُن کے عقیدتمندوں کو اعتراض کیوں ہو؟

مولانا مودودی کا یہ ارشاد بھی قابل ملاحظہ ہے:

”ہر قوم کا لگاڑا ابتداءً چند افراد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو اسے عام لگاڑے ہوئے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی لگاڑے نہیں پاتی۔ لیکن اگر قوم ان افراد کے معاملہ میں تساہل شروع کر دیتی ہے اور غلط کار لوگوں کو ملامت کرنے کی بجائے انہیں سوسائٹی میں غلط کاری کے لئے آزاد چھوڑ دیتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ وہی خرابی جو پہلے سے چند افراد تک محدود تھی، پوری قوم میں پھیل کر رہتی ہے۔“

(تفہیم القرآن ص ۲۹۶ ج ۱)

اب آپ سوچئے، مولانا مودودی پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی۔ وہ قرآن، حدیث اور علماء اہل سنت کے متفقہ فیصلے کے خلاف ایک راہ اختیار کرتے ہیں۔ اگر دلائل کی روشنی میں انہیں ٹوکا جائے تو قیامت کیوں برپا ہو جاتی ہے؟ وہ اگر ائمہ دین پر اعتراض کریں تو اقامت دین کی تحریک کو تقویت پہنچتی ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کو مطعون ٹھہرائیں تو دین کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں لیکن علماء اگر ان کا محاسبہ کرتے ہیں تو دین کی علامت متزلزل ہو جاتی ہے۔ علماء ملت کتنے ہی خلوص سے مشورہ دیں، کتنے ہی خیر خواہان جذبات کے ساتھ بات کریں وہ پھر بھی ”مناع للخیر، اغراض پرست، رد ذیل اور کلیتہً توڑ پھوس لیکن مولانا مودودی دین کی شرک کو کاٹ کر رکھ دیں، وہ پھر بھی تحریک اسلامی کے سربراہ اور علمبردار۔ یہ الٹی منطق میری سمجھ سے باہر ہے۔

دوش سوئے میکدہ، آمد نہ مسحبہ پیرما

چسیت یاران طریقت بعد ازیں تدسبہ ما

## جواب سوال نمبر ۵

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آپ نے یہ سوال کر کے میرے علاوہ تمام اُن اہل علم کے حق میں زیادتی کی ہے جو مولانا مودودی سے اختلاف کرتے ہیں۔ گویا وہ اس درجہ کم فہم واقع ہوئے ہیں کہ تاریخ اور فلسفہ تاریخ میں بھی فرق نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ یہی سوالات جن کا جواب دینے کے لئے مولانا مودودی صحابہؓ کی ذات کو مورد اعتراض بنانا ضروری سمجھتے ہیں، ابن خلدون جیسے مفکرین نے اس گناہ سے اپنا دامن محفوظ رکھتے ہوئے ان امور پر بحث کی ہے۔ اگر آپ ضرورت سمجھیں تو مقدمہ ابن خلدون کا اردو ترجمہ موجود ہے اس میں یہ مباحث دیکھ لیں۔

آپ کی تحریر سے جگہ جگہ شک وارتیاب ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل شد و ہدایت کی راہ پر چلنے سے آدمی کے قلب میں یقین و اطمینان پیدا ہوتا ہے اور کج روی سے عقائد میں تذبذب خیالات نہزل آتا ہے۔ اسی کا شکار مولانا مودودی خود بھی ہیں اور تمام وہ لوگ جو اُن کے ساتھ عقیدت میں حدود سے تجاوز کئے ہوئے ہیں۔ ”ہوسکنا“ اور چیز ہے اور ”ہونا“ اور چیز۔ کیا ہر وہ چیز جو ممکن ہے اسے واقع سمجھ لیا جائے۔ دنیا کا کوئی علم کلام اس کی تائید

نہیں کرے گا۔ میرا رلیف طویل ہو گیا ہے لیکن آپ کے اطمینان کے لیے میں  
تھوڑی سی مزید سمیع غراشی کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ آپ دیکھ لیں کہ مولانا  
مودودی نے جن چیزوں کو 'حقائق' بنا کر پیش کیا ہے فی الواقع ان کی حیثیت  
کیا ہے ؟

الف : مولانا مودودی خلافت و ملوکیت کے ایک درجن صفحات حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی اور حرف گیری میں خرچ کرنے کے بعد فرماتے ہیں  
"حب' البرائی' مدینہ کے ماہر ہنچیے تو حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت  
زبیرؓ کو انہوں نے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی مگر تینوں بزرگوں نے ان کو  
جھڑک دیا۔ اور حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے  
کر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف کی۔"

(خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶)

جب حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کی پوزیشن کو صاف کر رہے ہیں تو  
اور کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اُسے داغ دار بتائے ؟ تمام الزامات غلط اور  
یہ بنیاد ہو کر رہ گئے، فرمائیے اور کیا چاہیئے۔

ب : مولانا مودودی کا ایک اور الزام ملاحظہ ہو :

"پہلے فریق حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بجائے اس کے  
کہ وہ مدینہ جا کر اپنا مطالبہ پیش کرنا جہاں خلیفہ اور مجربین اور مقتول کے درنا  
سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی، تبصرے کا رخ کیا اور  
فوج جمع کر کے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کی کوشش کی،" خلافت و ملوکیت ص ۱۲۲



اب کیا یہ ”حقیقت“ ہے۔ کتاب کا صرف ایک ورق اٹھنے آپ کو یہ عبارت ملے گی :

”حضرت علیؓ نے خلافت راشدہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا۔ ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شور و شر برپا کرنے والے دو ہزار آدمیوں کی جمعیت مدینے میں موجود تھی کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ اُن سے ملے اور کہا کہ ہم نے اقامتِ حد کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے۔ اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجئے جو حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ ”بھائیو جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں، مگر میں اُن لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم اُن پر ... ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تاکہ لوگوں کے جو اس پر جا بھرجائیں۔ خیالات کی پر اگندگی دور ہو اور حقوق و اصول کو نامکین ہو جائے۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علیؓ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔“

۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶

ملاحظہ فرمایا ہے آپ نے مولانا کا عائد کردہ الزام کس حد تک

حقائق اور واقعات پر مبنی ہے۔

ج : ایک اور کرشمہ ملاحظہ ہو :

”وہ حضرت معاویہؓ، بہر حال خلیفہ ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے

لڑ کر خلافت حاصل کی، مسلمانوں کے راضی ہونے پر اُن کی خلافت کا انحصار

نہ تھا۔ لوگوں نے اُن کو خلیفہ نہیں بنایا، وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔“

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸)

”تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی لڑائی حضرت علیؓ

المرتضیٰؓ سے ہوئی اور اُس کی بنیاد خونِ عثمانؓ کا مطالبہ تھا نہ کہ دعویٰ خلافت

واقعیہ صفین کے بعد پھر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ مولانا خود ہی رقمطراز ہیں۔

”انہوں نے (مکین نے) یہ بھی غلط فرض کر لیا کہ حضرت معاویہؓ اُن کے

کے منافیہ میں خلافت کا دعویٰ لے کر آئے ہیں حالانکہ اس وقت تک وہ

صرف خونِ عثمان کے مدعی تھے نہ کہ منصبِ خلافت کے۔“

(خلافت و ملوکیت ص ۱۴۴)

اب سوچئے کہ جس وقت حضرت معاویہؓ لڑ رہے تھے تو خلافت کے

مدعی نہ تھے اور جب خلیفہ بنے ہیں اُس وقت کوئی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ اُن کی

خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کا نتیجہ تھی تو اُس الزام میں کس

قدر صداقت پائی جاتی ہے جو مولانا مودودی نے بیک جنبشِ قلم اکیلا حیل القدر

صحابیؓ پر نہایت بے باکی سے لگا دیا ہے۔ یقین جانتے کہ اس قسم کے سپردہ

الزامت جن سے انہوں نے صحابہؓ کی عظیم شخصیتوں کو طوٹ ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے محض اُن کے ذہن کی تراش سے تیار ہوئے ہیں۔ حقائق اور

واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ پہلے تاریخ سازی کا ذوقِ انہام

دیتے ہیں اور اس کے بعد اُس کا فلسفہ نکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

میرے محترم! آپ سے جو منہ صاف تعلق ہے، اُس کی بنا پر میں نے امکانی

ہذا تک آپ کے سوالات کے جواب آسان لفظوں میں دینے کی کوشش کی  
 ہے اور آپ کے جذبات کو مدنظر رکھ کر خالص اہتمام و تفہیم کا انداز اختیار کیا ہے  
 انشاء اللہ کہیں آپ کو خدخال و خصوصیت کے آثار نظر نہیں آئیں گے۔ امید ہے  
 آپ بھی غیر جانبدار ہو کر ان کا مطالعہ فرمائیں گے۔

www.jimmpak.tk

## قلمی بے راہ روی کا ایک نیا نمونہ

چند روز ہوئے، ایک اہل علم و دست نے ایک کتاب ہمیں دیکھنے کو دی۔ کتاب کا نام ہے "تمیزان" اور اس کے مصنف یا مؤلف ہیں "جواہرِ احمد الغامدی" کتاب میں چند مضامین شامل ہیں جو مختلف عنوانات پر لکھے گئے ہیں۔ مصنف کا شوق اجتہاد تمام مضامین میں نمایاں نظر آتا ہے۔ ان حضرات کی مجاہدانہ صلاحیتوں پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ ہم کسی دوسری فرصت میں کریں گے۔ اس وقت ہم ایک خاص مسئلہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ الموفق لعمارتہ۔ کتاب میں "ترجمہ کی سزا" اہم مباحثہ کے عنوان سے چار مضمون شامل ہیں اور تیسرے مضمون غامدی صاحب کے قلم سے نہیں، بلکہ اُن کے استاد صاحب کا رقم فرمودہ ہے۔ غامدی صاحب تمہید میں لکھتے ہیں :

"اس سوال کے جواب میں جو دائرے استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر، تدبر قرآن میں دی ہے، مجھے اس سے پورا اتفاق ہے۔ اس وجہ سے اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے میں اس محترم کی یہ تحقیق یہاں شائع کر رہا ہوں۔" (راہ)

مولانا امین احسن اصلاحی — قطع نظر اس سے کہ اُن پر لفظ "امام" کا اطلاق درست ہے یا نہیں — علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ عرصہ دراز تک وہ مولانا مودودی کے دست راست رہے اور بطور وکیل صفائی اُن کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعد میں اُن سے الگ ہو گئے۔ جب محمد ایوب خاں کے مقابلہ میں مس فاطمہ جناح صدارت کی امیدوار بن کر میدان میں آئی تھیں تو مولانا مودودی محترمہ کے زبردست حامی تھے اور



مولانا امین احسن نے ایک نہایت معرکہ الارار مقالہ لکھا کہ ایتوبی محاذ کو تقویت پہنچائی تھی۔ راقم لفظ مولانا کے بارے میں ہمیشہ خوش فہمی اور حسن ظن سے کام لیتا رہا۔ برسوں ماہنامہ "میشاق" کا خلیفہ رہا۔ مولانا کی تفسیر تدبر قرآن تو کبھی راقم کے ذہن کو اپیل نہ کر سکی لیکن ان کے دوسرے مضامین استفادہ کرتا رہا۔ مگر "وَاقِلًا وَلَا يَلَا" ! "لنکاسے جو بھی نکلا، سوا بدن گز کا۔" یہ شوق اجتہاد اور جذبہ لَن تَرَ اِنِّیْ بھی عجب آفت ہے۔ جانے بحر علم کے کیسے کیسے شنادر تھے جنہیں یہ شوق لے ڈوبا۔ اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا :

لَا تَعْجَبُوا بِأَحَدٍ حَتَّى تَنْظُرُوا  
مِمَّا يُخْتَمُ لَهُ —  
(تفسیر ابن کثیر)

حضرت خذیفہؓ، ایک حلیل القدر صحابی ہیں اور انہیں صاحب المسیر (رازدارِ نبوت) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، فرمایا کرتے تھے :

"لے اعل علم اتم سیدھے رہو، اگر (خلا خواستہ) تم دائیں بائیں چلے گئے تو خَلَلْتُمْ خَلَّةً لَا يَجِدُهَا — گراہ ہو کہ تم بہت دُور ہو جاؤ گے۔" (بخاری)

اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

"تین چیزیں اسلام کی بربادی اور زوال کا موجب ہیں : ۱: عالم کی لغزش  
۲: منافق کا قرآن کو اڑنا کہ جھگڑنا ۳: گمراہ کن سرداروں کی حکومت۔" (دارمی)

امین احسن اصلاحی صاحب کی زیر نظر تحریر پڑھ کر، واللہ العظیم، ڈر لگتا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ "مولانا" کا لفظ ٹلا یا جائے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی اہل علم بزرگ ازراہ خیر خواہی نہایت خلوص قلب اور درد کے ساتھ انہیں سمجھائیں کہ حضرت! بزرگ عمری میں آپ نے کیا غضب ڈھایا ہے کہ بخاری اور دیگر صحاح سب کی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے، بلکہ دیانت کا خون کر کے، آپ نے ایک صحابی رسول کو "گنڈا"، "بد معاش"، "بد خصلت"، "بد بخت"،

اور ”منافق“ ثابت کرنے پر سارا زور قلم صرف کر دیا؟ اپنا بھی ستیاناس کیا، ادروں کا بھی بیڑا غرق کیا۔

صاحبِ موصوف، اب عمر کے اُس حصے میں پہنچ چکے ہیں کہ آدمی کے مزاج میں چرچڑائی اور ہٹ کا مادہ نقطہٴ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری یہ گزارشات اُن کے دل و دماغ کو نرم کر سکیں گی، بہر صورت کائنات لا یَتَنَآهُوْنَ عَنْ مَّحَنِّکَیْ فَخَلُوْا کے وزر سے بچنے کے لئے ہم نے سطور ذیل لکھنے کی جرأت کی ہے۔

وَلَا تَلَّهْمُ یَتَّقُوْنَ ط

## اصل واقعہ :

عہدِ رسالت میں ایک شخص (حضرت) ماعز اسلمیؓ سے جرمِ زنا کا صدور ہو گیا تھا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور خود انہوں نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کیا جس کے بعد آنحضورؐ کے حکم پر انہیں حد لگائی گئی۔ انہیں سنگسار کیا گیا۔

یہ واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور تواتر سے ثابت ہے۔ شارحینِ حدیث بھی اس کا متواتر ہونا بیان کرتے ہیں اور صاحبِ فتاویٰ حامدیر نے احادیثِ متواترہ کو جمع کر کے ایک رسالہ ”الصلوٰۃ الفاخرۃ بالاحادیث المتواترۃ“ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اُس میں ص: ۵۰ پر اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن جہاں تک اس واقعہ کی تفصیلات کا تعلق ہے تو وہ اخبارِ آحاد میں آئی ہیں اور ان میں بظاہر کہیں کہیں اختلاف نظر آتا ہے۔ ہم ان تفصیلات کا جانے سے پہلے ضروری سمجھتے ہیں کہ اصلا حی صاحب کے چند جملے یہاں نقل کر دیں۔

حضرت ماعزؓ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :

۱۔ ”اس شخص کے بارے میں کتابوں میں جو روایات ملتی ہیں اُن میں نہایت

عجیب قسم کا تناقض ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا بھلا مانس تھا اور

بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہنایت بدخصلت گنڈا تھا..... میں اُن روایات کو ترجیح دیتا ہوں جن میں اس کا وہ کردار سامنے آتا ہے جس کی بناء پر یہ مستحقِ رحم ٹھہرا۔“ ص : ۱۷۶

۲۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شرارتوں کی رپورٹ ملتی رہی ، لیکن چونکہ کسی صریح قانون کی گرفت میں یہ نہیں آیا تھا اس وجہ سے آپ نے کوئی اقدام نہ کیا۔ بالآخر یہ قانون کی گرفت میں آ گیا۔ آپ نے اس کو بُلا کر ہنایت تیکھے انداز میں پوچھ گچھ کی۔ وہ تار گیا کہ اب بات چھپانے سے نہیں چھپ سکتی۔ اس وجہ سے اُس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔“

۳۔ ”معاذ نے بھلے مانسوں کی طرح خود بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا بلکہ وہ اپنے قبیلے والوں کے اصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس توقع پر آیا کہ خود حاضر ہو جانے سے غالباً وہ کسی بڑی سزا سے بچ جائیگا۔ حضور کو اُس کے جرم کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی اور اُس نے آپ کی پوچھ گچھ کے نتیجے میں انکارِ جرم کیا۔“

۴۔ ”اس کا کردار ایک ہنایت ”بدخصلت گنڈے“ کا کردار تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کسی عذر وہ کے لئے نکلتے تو مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر یہ ”جنس زدہ بد معاشوں“ کی طرح عورتوں کا تعاقب کرتا۔“ ص : ۱۷۷

۵۔ ”بعض روایات سے اس تعاقب کی نوعیت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس طرح تعاقب کرتا تھا جس طرح بکرا بکریوں کا کرتا ہے۔“

۶۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی مغفرت کے لئے دُعا کی نہ اُس کا بخاڑا پڑھا۔ جو اس بات کی شہادت ہے کہ اُس کو ”کڑ منافق“ قرار دیا گیا۔“ ص : ۱۷۸



۵! کس قدر جفا کار ہے وہ قلم، جو شرافت اور حیا کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے اس طرح بے باکانہ ایک صحابی رسول کے بارے میں غلیظ اور نجس الفاظ استعمال کرتا ہے۔ بددیانت، خوفِ خدا سے محروم اور حیا بامختہ ہے وہ مُصَنِّف، جو روایات صحیحہ کو یکسر نظر انداز کر کے اشیبِ قلم کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیتا ہے۔ کیا وقت کے امامؒ نے حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي،  
اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي  
لَا تَخْذُلُوهُ غَرَضًا،  
مِنْ بَعْدِي  
میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے  
ڈرتے رہنا، پھر سن لو، میرے اصحاب  
کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا،  
میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا۔

ایک طرف حضورؐ کی وصیت ہے، دوسری طرف آپؐ کی یہ علمی تحقیق: "اگر کسی عدالت میں فوجداری مقدمہ پیش ہوتا ہے تو ملزم کو صفائی کا پورا موقع دیا جاتا ہے، عدالت اس کے گواہوں کو بغور سنتی ہے لیکن آپؐ پیغمبرِ خدا کے صحابی کے برخلاف فردِ جرم مرتب کر کے یکطرفہ فیصلہ سناتے ہیں۔

آئیے! اب ہم اقتباساتِ بالا کے مختلف اجزاء پر الگ الگ گفتگو کرتے ہیں۔

## روایات کا تعارض:

اصلاحی صاحب نے سب سے پہلے تو قارئین کو "روایات کے تعارض" کا ہوتا دکھلا کر پریشان کرنا چاہا۔ واقعہ یہ ہے کہ زیرِ نظر قصہ میں کوئی ایسا اہم تعارض نہیں پایا جاتا جس کو "عجیب قسم کے تناقض" قرار دیا جاسکے۔ یہ محض اصلاحی صاحب کی اپنی ہی تہنیت ہے۔ "ثانیاً، اگر واقعی ایسا کوئی تعارض پایا جاتا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ سلفِ محدثین، شارحینِ حدیث، بخودہ سو سال کے مفسرین، فقہاء اور علماءِ اُمت نے ان روایات سے وہ نتائج اخذ کئے ہیں، جن تک



اصلاحی صاحب ذہن رسا پہنچا ہے؛ اگر اُن میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کہا۔ اور یقیناً ایسا نہیں کہا تو ہم اصلاحی صاحب سے عرض کریں گے۔

ع : سخن شناس نہ دلبر! خطا میں جا ست!  
 اصول حدیث کی تمام کتابوں میں یہ قاعدہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک ہی واقعہ یا مسئلہ کے متعلق روایات میں بظاہر اختلاف نظر آئے تو جہاں تک ممکن ہو اُن میں تطبیق اور توفیق کی صورت پیدا کی جائے۔ جہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو وہاں پر ترجیح یا نسخ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حضرت ماعزؓ کے متعلق واقعہ کی تفصیلات میں جہاں تھوڑا بہت تعارض نظر آتا ہے وہاں بھی محدثین حضرات نے اسی قانون سے کام لیا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے، مگر اصلاحی صاحب نے ان اکابر اُمت کی تصریحات کو بحیرہ نظر انداز کر دیا ہے۔

### حضرت ماحزنیؒ کا کردار :

اصلاحی صاحب نے تو حضرت ماعزؓ کو ”بد خصلت گنڈا“ اور ”بد معاش“ تک کہہ دیا اور اُن کا سراپا جن لفظوں میں بیان کیا ہے، وہ آپ اُد پر پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اُن کو عادی مجرم ثابت کرنے کے لئے وہ کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی نقل نہیں کر سکے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اس بارے میں جو کچھ کہہ سکے ہیں وہ یہ ہے :

”میری رہنمائی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو رجم کی سزا دلوائی۔“

فلسفہ شریعت کے اس ماہر سے کوئی پوچھے تو، حضرت! جب تک کسی مجرم کا عادی مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے کیا وہ سزا کا مستحق نہیں بنتا؟ اگر ایک شخص پر ہتھیار اور حلال خور ہے لیکن کسی موقع پر لالچ یا ہوائے نفس سے مغلوب ہو کر اُس نے چوری کر لی اور مجرم ثابت ہو گیا تو کیا اس کا ماتھ نہیں کاٹا جائیگا؟ اور جب ماتھ کاٹ لیا تو یہی کہا جائے گا کہ صاحب

یہ بڑا اچھا اور لطفنگا تھا، جب بھی اسے موقع ملتا تھا لوگوں کے مال پر ہاتھ صاف کر لیتا تھا۔ ایک شخص نیک کردار ہے لیکن کسی سے اُس کی تو تکلیف ہوگئی اور وہ بے قابو ہو گیا۔ دھار وار آلہ اٹھایا اور مد مقابل کو خاک فخن میں ملا دیا تو کیا وہ مستوجب سزا نہ ہوگا۔ — بکتی بودی اور بے وزن ہے یہ دلیل کہ چونکہ فلاں آدمی کو فلاں جرم میں عدالت سے سزا ہوئی تھی اس لئے معلوم ہوا کہ وہ لکھا کوفر، لطفنگا، پٹا اور بد معاش ہے۔ بد معاشی اس کا شب روز کا مشغلہ ہے قارئین اس نکتہ کو بخوبی ذہن نشین رکھیں کہ کسی شخص کے بارے میں اتفاقاً جرم کا ثابت ہو جانا اقدبات ہے اس کا عادی مجرم ہونا اور چیز ہے حضرت ماعزؓ کے بلے میں جو کچھ روایات میں آیا ہے۔ وہ اتفاقاً اُن سے مجرم زنا کا سرزد ہونا ہے۔ معاذ اللہ کسی روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ :

”عَبَّ بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو یہ چپکے سے دُکب دُکب کر بیٹھ رہتا اور مزدوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر شریف بہوؤں، بیٹیوں کا تعاقب کرتا۔“ میزان ۱۷۶

اس کے برعکس ابو داؤد اور مستدرک احمد کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک اتفاقی واقعہ تھا۔ روایت بلاخط کریں :

”نعم بن ہزالؓ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالکؓ یتیم ہو کر میرے والد (ہزال) کی پرورش میں تھے۔ خُاصاب جاریۃ من الحی۔ وہ قبیلہ کی ایک عورت سے بدی کا ارتکاب کر گزے۔“ (۱۷۶)

ویسے بھی سوچنے کی بات ہے کہ اصلاحی صاحبؒ کا یہ کہنا کہ :

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شرارتوں کی رپورٹ ملتی رہی لیکن چونکہ کسی صریح قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا اس وجہ سے آپ نے کوئی اقدام نہیں کیا۔“ میزان ص : ۱۷۶

کہنا غلط ہے کیا اسلام میں "حد" سے ورے "تقصیر" کے نام سے سزا کی کوئی قسم نہیں ہے جو مجرم کے آخری حد سے پہنچنے سے پہلے مجرم کو دی جاسکتی ہو؟ کیا خیر القرون کے لوگ بھی پھانسی اور بے عزت تھے؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہ ایسے بدتماش لوگوں کو برداشت کر لیتے تھے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر اصلاحی صاحب کو اس ہرزہ سرائی کے لئے اللہ سے معافی مانگنی چاہیے جس کی زد صرف حضرات صحابہؓ پر ہی نہیں بلکہ خود شان رسالت پر پڑتی ہے۔

### ایک شبہ اور اس کا جواب :

ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو مسلم شریف کی اس روایت سے شبہ گزرنے جو اصلاحی صاحب نے اس موقع پر نقل کی ہے۔ ہم یہاں پر وہ روایت اصلاحی صاحب کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور پھر بتائیں گے کہ اصلاحی صاحب نے قارئین کو کیونکر دھوکہ دیا ہے — یا — انہیں کیونکر دھوکہ لگا ہے۔

..... قال : ثُمَّ قَامَ رَسُولُ	راوی بیان کرتے ہیں کہ اُسی دن
اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	عصر کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خَطِيبًا مِّنَ الْعَشَمَةِ	نے خطبہ دیا اور فرمایا : کیا ایسا نہیں
فَقَالَ اَوْ كَلِمَا انْطَلَقْنَا	ہوتا تھا کہ جب کبھی تم جہاد فی سبیل اللہ
غَزَاةً فِی سَبِيلِ اللّٰهِ تَخْلَفُ	کی غرض سے نکلتے تھے تو ایک شخص
رَجُلٌ فِی عِیَالِنَا	پچھے ہمارے اہل و عیال میں رہ جاتا تھا
نَبِیْبٌ کَنْتِیْبٌ اَلْتِیْسُ	جو شہوت کے جوش میں مجرم کی طرح
عَلٰی اَنْ لَا اَوْقُ	میتا تھا سنو، مجھ پر لازم ہے کہ اس
بِرَجُلٍ فَفَلَّ ذٰلِكَ اِلَّا	طرح کی حرکتیں کرنے والا کوئی شخص میرے



نکلت بہ قال : پاس لایا جائے تو میں اس کو عزت نک  
 فما استعفرتہ سزا دوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ  
 ولا سبہ آپ نے نہ اس کے کیلئے مغفرت کی اور نہ  
 (صحیح مسلم کتاب الحدود) لے بُرا کہا۔

اس سلسلہ میں ہم عرض گزار ہیں کہ :

(ا) :- دھوکہ یہاں سے لگتا ہے کہ روایت کے خط کشیدہ الفاظ کو کھینچ کر حضرت ماعزؓ پر منطبق کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خطبہ دینے کا ذکر مسلم شریف میں بھی ہے اور ابو داؤد شریف میں بھی۔ ایک روایت حضرت جابرؓ بن سمور سے منقول ہے جو دونوں کتابوں میں موجود ہے دوسری روایت حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہے جو صرف مسلم میں ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں "خلف احدہم" کے لفظ آتے ہیں مگر یہ لفظ نقل کرتے تو شاید اصلاحی صاحب کو ترجمہ میں "ایک شخص پیچھے رہ جاتا تھا" کہہ کر اپنا مطلب بخانا مشکل ہو جاتا۔

(ب) روایت کے لفظ خواہ کچھ بھی ہوں، اصل دھوکہ تو ترجمہ کے خط کشیدہ لفظوں سے لگتا ہے، جو بالکل غلط ہیں۔ بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو موقع عمل کی مناسبت سے آپ اُمت کو پند و نصیحت فرماتے تھے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وعظ و نصیحت کے ہر جملہ میں پیش آنے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ مثال کے طور پر سورج گہن ہوئی، آنحضرتؐ نے صلوٰۃ الحکوف ادا فرمائی اور اس کے بعد ایک خطبہ دیا، جس میں ارشاد فرمایا :

"سورج اور چاند گہن نہ تو کسی کے مرنے سے لگتا ہے، نہ کسی کے جینے سے۔۔۔

لئے اُمت محمد! اللہ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اُس کا بندہ یا باندی نہ اس کا ارتکاب کرے۔"

اس موقع پر یہ ارشاد فرماتا تو واقعہ کی بنیاد پر تھا کہ "سورج اور چاند گہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا۔" کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا سمجھتے تھے، مگر آگے یہ جو ارشاد فرمایا



وَلَا لِحَيَاتِهِ کہ نہ کہن کا تعلق کسی کے جینے سے ہوتا ہے۔ تو اس کا تعلق کسی واقعہ سے نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ لِعَوْنِ أَحَدٍ کے ساتھ وَلَا لِحَيَاتِهِ کا بیوند تقاضائے بلاغت کے عین مطابق ہے۔

پھر خطبہ کا جو دوسرا حصہ ہے، یعنی زمانے ترہیب، تو ظاہر ہے کہ اس روز کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس کے تحت حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا، بلکہ محض اس وجہ سے کہ اس وقت دلوں میں خوف خدا کے جذبات موجزن تھے، آپ نے عزت دلانا اور اس ملعون گناہ سے ڈرانا مناسب خیال فرمایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضورؐ نے اُمت کو نصیحت فرمائی کہ تم سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے پیٹے جس طرح غلاموں کو مارا جاتا ہے کہ پھر دن کے آخر میں وہ ہم بستی کے لئے اس کا محتاج ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص یوں سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع ہمدردی میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور شب تاریک نے اپنی زلفیں بھری تو وہ حتیٰ زوجیت وصول کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچ گیا، تو ایسا سمجھنے والا بلاشبہ بڑا احمق اور نادان ہوگا۔

بات صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی بلیغ انداز میں مردوں کو سمجھایا کہ عورت مرد کے لئے جنتی کین کا سامان ہے اور اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ زوجین میں باہم الفت و محبت ہو۔ جہاں اس قسم کا تعلق ہو وہاں تشدد اور بے جا سختی کا کیا کام؟

بعینہ جب زیرِ نظر واقعہ پیش آیا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر بڑا اثر تھا۔ اُس روز آپؐ نے ظہر کی نماز غیر معمولی حد تک طویل فرمائی کہ لوگ تھک گئے۔ (دیکھئے مُصَنَّف عبد الرزاق)۔ عصر کے وقت آپؐ نے خطبہ دیا جو تقاضائے وقت کے بالکل مطابق تھا۔ اب منقولہ بالا حدیث کا صحیح ترجمہ سنئے۔ ارشاد فرمایا :

”وکیا یہ بھی کوئی بات ہے کہ جب ہم جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے چلے جائیں تو کوئی آدمی پیچھے ہمارے اہل و عیال میں رہ جائے اور شہوت کے جوش

میں بکرے کی طرح میٹا پھرے۔“..... اھ

یہ ایک عام نصیحت ہے۔ نہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کا نام لیا کہ وہ ایسا کرتا تھا، نہ صحابی یا بعد کے کسی راوی نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے یہ ارشاد ماعز کے حق میں فرمایا تھا بلکہ اس کے برعکس منہ احمد میں حضرت ابوسعید خدریؓ ہی سے ایک روایت منقول ہے جس میں صحابیؓ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو حضرت ماعزؓ کے حق میں طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ لیجئے آپ بھی یہ روایت پڑھ لیجئے :

..... قال فحمد الله و  
اشتم عليه ثم  
قال ما بال أقوالهم  
سقطت عليّ  
كلمة -  
( راوی (حضرت ابوسعید خدریؓ) کہتے  
ہیں کہ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر  
فرمایا : اُن لوگوں کا کیا حال ہے۔ جو  
ایک شخص کے مُنہ سے ایک بات کے  
نکال دینے پر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے جب آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی اور حرف گیری کو ناپسند فرمایا تو کیونکر ممکن تھا کہ حضورؐ خود حضرت ماعزؓ کی اس طرح بُرائی کرتے۔

(ج) علاوہ ان میں صحیح بخاری اور ابوداؤد شریفہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے : فقال له النبي صلى الله عليه وسلم خيرا حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں : اُمی ذکرہ بحمیل یعنی حضورؐ نے اُن کا ذکر اچھے لفظوں میں فرمایا۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک طرف تو حضورؐ اپنے ایک غلام کا ذکر اچھے لفظوں میں فرمائیں دوسری طرف ایک خطبہ ارشاد فرما کہ اُس کی بدکرداری کا پرچار کریں، حضرت جابرؓ کی اس روایت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خطبہ کا مصداق حضرت ماعزؓ کو قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۵) دوسری روایات سے قطع نظر کرتے ہوئے خود اسی خطبہ والی روایت پر غور کیجئے

اس کے آخر میں ہے ”وَلَا سَبَّحَهُ“ اور نہ اُسے بُرا بھلا کہا۔ (ترجمہ اصلاحی صاحب) اگر خطبے میں حضرت ماعزؓ ہی کا کردار بیان کیا گیا ہے کہ وہ مردوں کی عدم موجودگی میں عورتوں کے پیچھے بھاگا، بھاگا پھرتا تھا جس طرح کہ بچہ بکریوں کے پیچھے پھرتا ہے تو بتائیے اس سے زیادہ کسی کی بُرائی کیا ہو سکتی ہے؟ پھر وَلَا سَبَّحَهُ کا کیا مطلب ہوا؟

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت ماعزؓ کے عادی مجرم ہونے کا کوئی نشان کہیں سے نہیں ملتا تو یہ شرافت کی کون سی قسم ہوگی کہ چودہ سو سال کے بعد کا ایک مُصَيِّفِ خواہ مخواہ ایک صحابی رسولؐ کو بد معاش اور گنڈا ثابت کرنے پر تُلّا ہوا ہے؟

ع : ہر عقل و ہمتِ بابرِ گریٹ

### حضرت ماعزؓ دربارِ رسالت میں کیسے پہنچے؟

ہم نے اوپر اصلاحی صاحب کے مضمون سے جو اقتباسات دیئے ہیں اُن میں اقتباس نمبر ۲ اور نمبر ۳ کو دوبارہ دیکھئے۔ وہ اس پر مُصر ہیں کہ اولاً، ماعزؓ نہ تو کوئی بھلے مانس آدمی تھے کہ از خود انہیں اپنے جرم پر ندامت ہوتی اور نہ وہ از خود دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے بلکہ وہ اپنے قبیلے والوں کے اصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

ثانیاً، وہ یہ اُمید لے کر آئے تھے کہ اس طرح سزا سے بچ جائیں گے۔

ثالثاً، خود حضورؐ کی پوچھ گچھ ایسے سخت انداز کی تھی کہ ماعزؓ کو اعترافِ جرم کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

روایات حدیث اور ائمہ دین کی تصریحات کے مطابق یہ تینوں باتیں غلط ہیں۔ ہم قدرے تفصیل سے ان پر کلام کرتے ہیں۔

حضرت ماعزؓ کا واقعہ کتبِ حدیث میں کم و بیش بارہ صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اور صحیح بخاری وغیرہ کے مطابق اکثر حضرات احنیٰ اور جہلاء کے لفظوں سے بیان کا آغاز



کہتے ہیں، یعنی یہ کہ حضرت ماعزؓ خود ہی گئے۔ حضرت بُزیدہؓ جو ماعزؓ کے ذات بھائی یعنی قبیلہ اسلم ہی کے ایک فرد ہیں، اُن کی روایت مسلم شریف میں موجود ہے کہ ماعز بن مالکؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجئے۔ الخ موطا امام مالک میں ہے کہ وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور اُنہیں بتایا کہ اُن سے جرم سرزد ہو گیا ہے۔ حضرت صدیقؓ نے پوچھا، کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا ذکر کیا؟ کہا، نہیں! تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اللہ کے سامنے توبہ کرو، اللہ نے تم پر پردہ ڈالا ہے تو تم پردہ میں رہو، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ مگر ماعزؓ کے دل کو قرار نہیں آیا، وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ جیسا مشورہ دیا۔ پھر بھی اُن کے دل کو قرار نہ آیا، حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے جس چیز کو اصلاحی صاحب ”قبیلہ والوں کا اصرار“ کہہ کر بات کا ٹنگڑ بنا ہے ہیں اُس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حضرت ماعزؓ یتیم ہو کر ایک صحابی حضرت ہزّالؓ کے زیرِ کفالت تھے جب ماعزؓ نے اس گناہ کا صدور ہوا تو ہزّالؓ نے اُن سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ کو اس کی خبر دو، شاید آپ تمہارے لئے بخشش کی دعا فرما دیں۔ ہزّالؓ کا مقصد یہ تھا کہ شاید اس طرح پر کوئی راہ نکل گئے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے، کتاب اللہ کا جو حکم ہو آپ مجھ پر نافذ کر دیں۔..... (ابوداؤد شریف)۔ یہ روایت ہزّالؓ کے صاحب زادے نعیم نے بیان کی ہے اور اسی ابوداؤدؓ میں انہی نعیم سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جب ماعزؓ کو سنگسار کر دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزّالؓ سے فرمایا: ”اگر تم پردہ پوشی سے کام لیتے تو تمہارے لئے بہتر تھا۔“

قصہ مختصر، حضرت ماعزؓ کو حضرات ہزّالؓ نے مشورہ ضرور دیا تھا لیکن قبیلہ والوں کا اُن پر اصرار کوئی نہیں تھا۔ بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ انہیں راز کو راز رکھنے



کا مشورہ دیتے ہیں اور مرقا امام مالک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک حضرت ہزالؓ کو بھی اس بات کا کوئی علم نہیں ہوا تھا۔ یہ حضرت ماعزؓ کی شرافتِ نفس کا نتیجہ ہے کہ اُن سے گناہ سرزد ہو گیا تو دل کی بے قراری اُنہیں کبھی درِ صدیق پر لے جاتی ہے۔ کبھی کاشانہٴ خارِ دہر پر بھی بے چینی ختم نہیں ہوتی۔ اپنے کفیل سے ذکر کرتے ہیں اور اُن کے مشورہ پر استادِ نبوت پر حاضر فرماتے ہیں۔ دل میں ایک ہی ترپ ہے کہ کسی طرح یہ گناہ دُھل جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :

”جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اُسے اس کی نذر مل گئی تو وہ اُس کے لئے کفارہ بن جائے گی اور جس نے کوئی گناہ کا کام کیا، پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو (اب اللہ کی مرضی ہے) اگر وہ چاہے تو اُسے بخش دے اور چاہے تو اُسے عذاب دے۔“ (بخاری باب الحدود و کفارة)۔

صحابہ کا ایمان بڑا مضبوط تھا، اُن کے دلوں میں خوفِ خدا تھا، اگر کبھی ہوائے نفس کے تقاضائے مغلوب ہو کر کسی سے کوئی گناہ صادر ہو جاتا تو وہ نگہ بند ہو کر فوراً تلافی کے لئے سوچتے۔ کچھ ایسے ہی جذبات کا اظہار حضرت ماعزؓ نے دوبارِ نبوت میں کیا تھا جن کو راویوں نے ظہریؒ یا رسول اللہ — اور — اَقْبَحُ عَلَيَّ كِتَابَ اللَّهِ

جیسے لفظوں سے تعبیر کیا ہے — پھر خوفِ خدا کا کیا کھکا رہتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہلے دن واپس فرماتے ہیں، جبکہ وہ اس روز بھی دوبارہ لوٹ کر اعترافِ جرم کر چکے تھے، اگلے روز پھر واپس لائے ہیں اور اپنی دُوبہی استدعا پیش کرتے ہیں اور ایک دفعہ نہیں، بلکہ دو دفعہ — جب چار مختلف مجالس میں وہ اس طرح اقرارِ جرم کر چکے تو اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیقِ حال کے لئے مزید چند سوالات فرمائے۔ قارئین کی معلومات کے لئے چند سوالات مع جوابات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال : ۱ — کیا تم دیوانے ہو ؟ — جواب : نہیں۔

۲۔ کیا تم نے شراب پی رکھی ہے؟ — جواب: نہیں، مزید اطمینان کے لئے ایک آدمی نے اُٹھ کر اُسے سونگھا کہ کہیں اس سے شراب کی بو تو نہیں آ رہی؟

۳۔ کیا تم شادی شدہ ہو؟ — جواب: جی ہاں۔

۴۔ کیا ایسا تو نہیں کرتے کہ تم نے صرف بوس و کنار —

کیا ہو؟ — جواب: جی نہیں۔

۵۔ کیا تم اُس کے ساتھ ہم بستر ہوئے؟ — جواب: جی ہاں۔

۶۔ کیا تم نے اس سے مباشرت بھی کی؟ — جواب: جی ہاں۔

۷۔ کیا تم آخری حد تک فعل کر گزرے؟ — جواب: جی ہاں، میں ناجائز

طور پر اس کے ساتھ وہ کچھ کر گزرا جو مرد اپنی بیوی

کے ساتھ جائز طور پر کرتا ہے۔

قاضی نے ان سوالات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان سوالات سے مقصود

مذہم کو شک کا فائدہ پہنچانا ہے۔ کیونکہ شک پیدا ہو جانے سے ”حد“ ساقط ہو جاتی ہے۔ زبردستی

(قبال جرم کرنا مقصود نہیں ہے۔ ذرا اندازہ تو کیجئے!) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجرم کو بار بار

دہلیس کرتے ہیں اور حضرت بڑیدہ سلمیٰؓ یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ (یعنی صحابہؓ) آپس

میں یوں کہا کرتے تھے کہ اگر ماعز سلمیٰ تین مرتبہ اقرار لینے کے بعد گھر میں بیٹھ جاتے اور پھر لوٹ

کر حضورؐ کے پاس نہ آتے تو آپ انہیں نہ بلواتے (مسند احمد، ابی داؤد) لیکن اصلاحي صاحب کہتے

ہیں کہ آپؐ نے اُسے گھر سے بلوایا تھا۔

(ب) ردیف درجیم تنبیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے غلام کو ان سوالات کے ذریعہ شک کا مفاد پہنچانا

چاہتے ہیں، مگر اصلاحي صاحب کہتے ہیں کہ آپؐ نے نہایت تیکھے انداز میں پوچھ گچھ کی جس کے

بعد ماعز اعتراف جرم پر مجبور ہو گیا۔

آگے چلے، حضورؐ نے اسی پوچھ گچھ پر بھی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ کتبِ حدیث کے مطابق ماعزؓ کی قوم کے پاس آدمی بھیج کر مزید دریافت فرمایا کہ کہیں یہ پاگل تو نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تو ہماری قوم کے عقلمند آدمیوں میں سے ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت پڑھئے اور پھر — اصلاحی صاحب کی "امانت داری" کی داد دیجئے۔

..... فَقَالُوا مَا نَعْلَمُ  
بِهِ بِأَسَاءٍ إِلَّا أَنَّهُ  
أَصَابَ شَيْئًا مِّمَّنْ  
أَنَّهُ لَا يُخْرِجُ مِنْهُ  
إِلَّا أَنَّهُ يَقَامُ فِيهِ  
الْحَدِيثُ —  
انہوں نے کہا، اس کی عقل میں تو کوئی  
خرابی نہیں ہے۔ صرف یہ بات ہے  
کہ اس سے ایک کلام ایسا ہو گیا ہے  
جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ  
جب تک اس پر اللہ کی مقرر کردہ حد  
قائم نہ ہو جائے یہ اس کے ورز سے  
نہیں نکل سکتا۔  
(فتح الباری)

بتائیے! اس روایت کے بعد بھی کوئی گنجائش رہ گئی ہے کہ اصلاحی صاحب کی انکوائری رپورٹ "کو درست قرار دیا جائے، خاشا و کلاً!

مناسب معلوم ہوگا کہ ہم یہاں پر علماء اُمت کے چند اقوال بطور نمونہ نقل کر دیں تاکہ قارئین مزید یہ دیکھ لیں کہ: "من چرمی سرایم و طسجورہ من چرمی سراید۔"

— حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی فتوح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ  
مِنَ الْفَوَاحِشِ مِنْقِبَةٍ  
عَظِيمَةٍ لِمَاعْزَانِ  
مَا لَكَ لَمْ يَكُنْ  
عَلَى طَلَبِ إِقَامَةِ الْحَدِيثِ  
اس حدیث سے جو فوائد (مسائل)  
نکلے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے  
کہ حضرت ماعز بن مالکؓ کی بڑی  
تعریف و توصیف نکلتی ہے کہ وہ توبہ  
کر لینے کے باوجود حد قائم کرنے



علیہ مع توبہ  
 لیتم تطہیرہ ولم  
 یرجع عن اقرارہ مع  
 ان الطبع البشری لیقضی  
 انہ لا یستمر علی الازرار  
 بما یقتضی ازہاق  
 نفسہ فجاہد نفسہ  
 علی ذلک وقوعہ  
 علیہا و اقرارہ من  
 غیر اضطرار الی  
 اقامة ذلک  
 بالشہادۃ مع وحنوح  
 الطريق الی سلامتہ من  
 القتل بالتوبۃ (فتح الباری)  
 ۲ امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: (اختصار کے پیش نظر ہم یہاں  
 پر صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں)۔

”اگر یہ کہا جائے، اس کی کیا وجہ ہے کہ ماعزؓ اور غامدیہ نے  
 توبہ پر اکتفا نہ کیا، حالانکہ اس سے بھی ان کی غرض پوری ہو جاتی  
 ہے، وہ یہ کہ گناہ ساقط ہو جائے، بلکہ یہ دونوں گناہ کے اقرار پر مہم  
 رہے اور انہوں نے سنگسار ہونے کو ترجیح دی، تو اس کا جواب  
 ہے کہ حدود کے ساتھ توبہ ہی الزمہ ہو جانا اور گناہ کا ساقط ہو جانا



ہر حال میں یقینی ہے خصوصاً وہ حدّ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قائم ہو۔ رہ گئی توبہ، تو اس کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ توبہ فصّوح (پُر خلوص) ہو اور اس کی شرائط میں سے کوئی پوری نہ ہو، تو اس صورت میں محبت اور اس کا دُعا باقی رہ جائیں گے اس لئے انہوں نے چاہا کہ شک دالی صورت کو چھوڑ کر یقینی صورت سے برابرت حاصل کریں۔ — واللہ اعلم۔

۳ امام عبد البر اندلسی "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں حضرت اعراب کے حالات میں فرماتے ہیں :

وہو الذی اعترف علی نفسه بالزنا تاباً منیباً  
یہ وہی ہیں جنہوں نے صدقِ دل سے توبہ کرتے ہوئے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے متعلق جرمِ زنا کا اقرار کر لیا تھا۔

علمائے اُمت کی اس قسم کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر اصلاحی صاحب یا غامدی صاحب کی نگاہیں ان تک نہیں پہنچیں تو وہ اپنی خیرہ چشمی کا علاج کریں۔ اس میں چشمہ آفتاب کا کوئی قصور نہیں۔

## فائدہ :

ہم یہاں پر ایک نکتہ کی تفصیل میں تو نہیں جاسکتے، البتہ اس کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں تھے، یہ بھی درست ہے کہ بشریت کے تھاغنے ان کے ساتھ تھے، اس کے باوجود وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے لفظوں میں اَجَبُّ الْأُمَّةِ قُلُوباً..... اختارہم اللہ

صحبتہ نبیہ و لا قاعۃ دینہ — کار مصداق تھے۔ یعنی  
 ”اُمت میں سب سے زیادہ پاک نہاد، اللہ نے انہیں اس غرض کے لئے چُن لیا تھا کہ  
 وہ اس کے نبی کے رفیق کار ہوں اور اس کا دین قائم کرنے کی ذمہ داری سنبھالیں۔“  
 اگر آپ نگاہ کو اور بلندے جائیں تو شاید کہنا غلط نہ ہوگا کہ عہدِ رسالت میں  
 اس قسم کے جو اکاؤنٹ واقعات پیش آئے تھے، اُن سے قدرت کو آنے والی نسلوں  
 کے لئے اُسوہ اور نمونہ پیش کرنا مقصود تھا۔ شاید عہدِ رسالت میں اگر رجیم کا کوئی  
 واقعہ پیش نہ آتا تو بعد میں اُمت کو جیلے بہانے ڈھونڈنے کا موقع مل جاتا۔ کسی  
 شاعر نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا ۷

مجھ سے دُنیا نے درسِ ہوش لیا  
 میں گر کر، وہ سنبھل گئی ساقی

### حضرت عائشہؓ کی نمازِ جنازہ :

اصلاحی صاحب رقمطراز ہیں :  
 ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مغفرت کے لئے نہ دعا کی نہ اُس کا  
 جنازہ پڑھا۔“ ۱۷

بیشک کتبِ حدیث میں ایسی روایتیں موجود ہیں، لیکن اُن کے مقابلہ میں وہ روایتیں  
 بھی موجود ہیں جن میں نمازِ جنازہ ادا کئے جانے کی تصریح موجود ہے ہم یہاں پر فوراً یہی  
 نقل کرتے ہیں۔

۱ — صحیح بخاری شریف حضرت جابرؓ کی روایت کے آخر میں ہے :

فقال له النبي صلی اللہ علیہ وسلم  
 خيرا و صلي عليه .  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن  
 کے حق میں خیر کے کلمے ارشاد فرما

(بخاری ج ۲، ص ۱۷۷) اور اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی۔

۲ ————— مُصَنَّف عبد الرزاق میں ابی امام بن سہل بن حنیف انصاری سے ایک روایت میں ہے کہ جس دن حضرت ماعزؓ کو سنگسار کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ فرمایا، نہیں! جب اگلے روز ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ چنانچہ بنی مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی اور لوگوں نے بھی۔  
(مُصَنَّف عبد الرزاق، ج ۷، ص: ۷۷، ص: ۳۲۱)

انہی روایات کے پیش نظر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ۱  
”میں روایات میں نماز جنازہ کی نفی آئی ہے اس کا مطلب ہوگا کہ جس روز سنگسار کیا گیا تھا اس دن جنازہ کی نماز ادا نہیں کی گئی اور جس روایت میں نماز جنازہ کا اثبات ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضورؐ نے دوسرے روز ادا فرمائی“  
(فتح الباری)

یہی توجیہ علامہ عینی شارح بخاری اور دوسرے محدثین نے بھی بیان کی ہے۔  
بئس بات صاف ہو گئی۔

اس سلسلے میں ہم قارئین کو اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اصلاحی صاحب کی یہ منطوق کیسی زراعی ہے کہ وہ روایات میں سے چُن چُن کر اپنے مطلب کے الفاظ الگ کرتے ہیں اور جہاں روایت کا وہ حصہ آجاتا ہے جو اُن کے مفاد کو نقصان پہنچاتا ہے، وہ اس کو باطل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ خود ہی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں:

”میں سب لوگوں سے زیادہ اس بات سے واقف ہوں۔“

اور یہی حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کے حق میں کلمہ خیر ارشاد فرمایا اور اُن پر نماز جنازہ ادا فرمائی، مگر یہاں وہ حضرت جابرؓ کی بات اُن سنی کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ہمارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔



بہر صورت، محدثین نے دونوں روایتوں میں مطابقت کی جو صورت بیان کی ہے وہ عرض کر دی گئی ہے۔

### حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں :

اُن تو توبہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام فرمان ہے :  
 اَلْثَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ — گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص  
 كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ — کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہیں۔  
 پھر اگر کوئی شخص کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جائے جس کی وجہ سے اُس پر حد قائم ہو جائے تو وہ حد اس کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ بحوالہ حدیث بخاری پہلے گزر چکا ہے۔

اِنْ دَوَّ اَصُولُ بَاتِلٍ مِّنْ عِلَالِهِ اَوْ كَمَنْ شَخْصٍ مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی بشارت سنائیں تو پھر کسی مسلمان کے لئے گنجائش نہیں ہوگی کہ اُس شخص کے بارے میں کوئی بد زبانی کرے یا اُس کے حق میں کوئی توہین آمیز کلمات استعمال کرے۔ یہیں سخت تعجب ہے کہ اصلاحی صاحب نے اُن تمام روایات اور احادیث کو نظر انداز کر دیا جن میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بخشنے جانے اور اُن کے جنتی ہونے کی بشارتیں موجود ہیں۔ ہم چند روایتیں یہاں نقل کرتے ہیں :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کے بارے میں حکم دیا اور اُسے رجم کر دیا گیا تو لوگ اُس کے بارے میں بٹ گئے اُن میں سے ایک کی رائے تھی کہ اُس کی شامت نے اُس کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں

۱۔ فامر به فرجه فكاف الناس فيه فریقین قائل يقول لقد هلك لقد احاطت به خطيئته وقائل



يقول ما توبه  
 افضل من توبه  
 ما عثر آنته جء الى  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فوضع يده في يده  
 ثم قال اقتلني  
 بالحجارة  
 قال : فلبثوا بذلك  
 ثلثين او ثلاثه ثم  
 جاء رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم وهم جلوس  
 فقال : استغفروا  
 لما عزين مالك ، قال  
 فقالوا غفر الله لما عزن  
 بن مالك . قال : فقال  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 لقد تاب توبه لو قسمت  
 بين امة لوسعتهم  
 ( صحيح مسلم ۱ ص : ۶ ج : ۲ )

تک کہ یہ ہلاک ہو گیا ۔ اور کچھ لوگ  
 یوں کہتے تھے کہ ماعز کی توبہ سے بہتر  
 کوئی توبہ نہیں ہے ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا  
 ہاتھ حضور کے ہاتھ میں دے دیا  
 پھر کہا مجھے پتھروں سے مار ڈالیں ۔  
 راوی کا بیان ہے ۔ دو یا تین  
 روز لوگ اس طرح رہ گئے پھر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور  
 وہ بیٹھے ہوئے تھے ، تو آپ نے  
 فرمایا : تم لوگ ماعز بن مالک کے  
 حق میں دُعا مغفرت کرو ۔ راوی  
 کہتا ہے اس پر لوگوں نے کہا : اللہ  
 ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے ۔  
 راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ماعز نے تو ایسی  
 ( پُر خلوص ) توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک  
 اُمت میں تقسیم کر دی جائے قرآن  
 سب کو اپنے اندر سمونے لے گی ۔

حقیقت یہ ہے کہ اصلاحی صاحب کی تردید کے لئے یہی ایک روایت کافی دانی ہے  
 اور قارئین کو یہ پڑھ کر بڑی حیرت ہوگی کہ اصلاحی صاحب نے اس روایت کے خط کشیدہ

الفاظ اور ان کا ترجمہ تو اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے مگر آگے کی ساری عبارت چھوڑ دی۔ کیا اسی کا نام دیانت ہے؟

۲۔ فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
رجلین من اصحابه یقولان  
احدهما لصاحبه انظر  
الی هذا الذی ماستر  
اللہ علیہ فلم تدع  
نفسه حتی رجع الکلب  
فسکت عنہا ثم سار  
ساعة حتی مر بجيفة  
حماد شامل برجل  
فقال این فلان وفلان؟  
فقال نحن ذان یا رسول اللہ  
فقال : انزل فکلامن  
جيفة هذا الحمار فقال  
یا نبی اللہ من یا کل  
من هذا؟ قال:  
فما نلتما من عرض  
انخیکما انفا شد من  
اکل منه والذی  
نفسی بیدہ انه

اس واقعہ (رجم) کے بعد نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دو  
آدمیوں کو ایک دوسرے سے یہ کہتے  
ہوئے سنا کہ اس بد بخت کو دیکھو  
اللہ نے اس کا پردہ ڈھانچے رکھا تھا  
لیکن اُس کے نفس نے اس کو نہیں  
چھوڑا، یہاں تک کہ گتے کی طرح  
سنگسار کر دیا گیا۔ تو آپ خاموش  
ہے پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے تا آنکہ  
آپ ایک مردار گدھے کے پاس سے  
گزرے جسکی ٹانگ اُوپر کوٹھی ہوئی  
رہی تو آپ نے پوچھا فلاں فلاں آدمی  
کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ  
ہم حاضر ہیں تو آپ نے فرمایا تم  
دونوں بیٹھ کر اس مردار گدھے سے  
گوشت کھاؤ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ  
کے نبی! اس سے کون کھا سکتا ہے؟ فرمایا  
تو تم نے ابھی اپنے بھائی کی اسکب عزت  
کی ہے وہ اس مردار کے کھانے

آلَا بُرِّئَ لَفْظُ  
انْهَارِ الْجَنَّةِ  
يَنْخَسِرُ فِيهَا  
رَسْنُ الْبُودَادِ وَدُثْرُ لَفْظِ

سے زیادہ بُری بات ہے، اُس ذات کی  
قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے  
یقیناً اب وہ بہشت کی ہنروں میں  
غوطے لگاتا پھرتا ہے۔

چلیے، یک ز شدہ ڈو شد۔ یہ دوسری روایت ہے جس کی نقل میں اصلاحی صاحب نے  
کمال بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس کا خط کشیدہ حصہ صحیح ترجمہ (وہ بھی غلط شدہ) انہوں نے نقل کر دیا۔  
انہیں صاحب نے ٹوٹ گھٹا تھا کہ یہاں تک پہنچ کر انہوں نے ”فل سٹاپ“ دے دیا۔  
موصوف کی قسوتِ قلبی، یا شقاوتِ ملاحظہ ہو کہ، یہ جان لینے کے باوجود کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے حضرت ماعزؓ کے بارے میں درشت لب  
بوجہ اختیار کیا تو آنحضورؐ نے انہیں سختی سے ڈانٹ دیا۔ مگر ”پندرہویں صدی کے امام  
صاحب“ ترجمہ میں ”بدبخت“ کا لفظ بڑھا کر اُس درشتی میں اور اضافہ کر رہے ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

ستم بالائے ستم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ  
ماعزؓ بہشتی ہیں اور یہ صاحب انہیں کفرِ منافق قرار دے رہے ہیں۔ اور ظالم! کچھ تو خوفِ  
خدا سے کام لیا ہوتا۔

اللہ رب العزت نے منافق کا ٹھکانہ الذَّلَّةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ  
بتایا ہے۔ اور زبانِ نبوت نے ہمیں آگاکر دیا کہ ماعزؓ بہشت میں ہیں تو کیا اب بھی  
کسی کو زبانِ درازی کا کوئی حق پہنچتا ہے؟

۳ — حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حضرت ماعزؓ کے بارے میں بشارت  
کی کئی روایات نقل کی ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص نے اُن کے حق میں ”خبیث“ کا لفظ  
استعمال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ ارشاد فرمایا: تم اسے خبیث



نہ کہو لہو اٰطیب عند اللہ من ریح المسک - وہ اللہ کے نزدیک مسک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ حضرت ابو ذرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اُسے بخش دیا گیا ہے اور بہشت میں داخل کر دیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَتَخَمَضُ فِيْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ -

(میں نے اُسے دیکھا ہے کہ وہ جنت کی ہندوں میں غوطے لگا رہا ہے۔)

عہد رسالت میں رجم کا دوسرا اہم واقعہ جو پیش آیا، وہ قبیلہ جہینہ کی شاخ بنو غامد کی ایک عورت کا ہے۔ اس سے بھی بدکاری کا جرم سرزد ہو گیا جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہو گئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اقبالِ جرم کر کے اُس نے حد قائم کرنے کی درخواست کی۔

اب پہلے تو اس خاتون کی وہ ظلمی تصویر ملاحظہ ہو جو اصلاحی صاحب نے کھینچی ہے، پھر کچھ ہماری سُنئے گا۔ اصلاحی صاحب رقمطراز ہیں:

۱۔ ”روایات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کوئی آزاد قسم کی عورت تھی جس کا نہ کوئی شوہر تھا، نہ سرپرست، جو اس کے کسی معاملہ کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار ہوتا و صبحِ حل کی مدت اُس نے ایک انصاری کے ہاں گزاری، اُس کے اقرار سے لے کر سزا کے نفاذ تک، کسی موقع پر بھی اُس کے خاندان یا قبیلہ کا کوئی آدمی مقدمہ کی کاروائی کے سلسلے میں سامنے نہیں آیا۔“

۲۔ ”اس عہد کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیہ میں بہت سی ڈیرے والیاں ہوتی تھیں جو پیشہ کراتی تھیں اور اُن کی سرپرستی زیادہ تر یہودی کرتے تھے جو اُن کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے۔ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد اُن لوگوں کا بازو سرد پڑ گیا لیکن اس قسم کے جرائم پیشہ آسانی سے باز نہیں کئے معلوم ہوتا ہے



کہ اسی تمکاش کے کچھ مرد اور بعض عورتیں زیر زمین یہ پیشہ کرتے تھے اور تنبیہ کے باوجود باز نہیں آئے۔ بالآخر جب قانون کی گرفت میں آئے..... آپ نے اُن کو رجسٹر کرایا۔

(میزان ص: ۱۸۱)

ہم اس عنوان کو طویل دینا پسند نہیں کرتے لیکن بڑے دکھ کے ساتھ قارئین کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اصلاحی صاحب نے غامدیہ کے بارے میں بڑی دروغ گوئی، بہتان تراشی اور بدگوئی سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”یہ ایک ادارہ عورت تھی جس کا کوئی سرپرست نہیں تھا اور مقدمہ کی کارروائی میں اس کے خاندان کا کوئی آدمی سامنے نہیں آیا۔“ حالانکہ ”صحیح مسلم“، ”ابوداؤد شریف“، ”جامع ترمذی“، ”مسند احمد“، ”سنن دارمی“، ”دارقطنی“، ”منطق الاخبار“، ”بلوغ المرام“، ”نیل الاوطار“ اور دیگر معتبر کتب حدیث اور شرح میں تصریح موجود ہے کہ جب غامدیہ نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر حد قائم کرنے کی درخواست کی تو :

دعا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ولیہا فقال احسن  
 الیہا فاذا وضعت  
 ففعلن  
 فرمایا کہ اس سے ٹھیک طرح بتاؤ  
 کرتے رہو جب یہ بچہ جنمے تو ایسے  
 میرے پاس لے آنا چنانچہ اُس نے  
 ایسا ہی کیا۔

امام نوویؒ (شرح مسلم) اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں :  
 ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک طرح سے بتاؤ ذکر کرنے کا جو حکم فرمایا تھا، اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ ریشہ داروں سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ ازراہ غیر اس کو کوئی نقصان پہنچائیں، تو آپ نے اُن لوگوں کو اس ڈرانے اور

باز رکھنے کے لئے یہ حکم فرمایا۔ دوسرا یہ کہ وہ تو بہرہ کی چکی تھی اور انسانی طوائف تو ایسی عورت  
سے نفرت کرتی ہیں۔ باتوں باتوں میں لوگ طعن و تشینغ سے کام لیتے ہیں۔ حضورؐ نے انداز  
شفقت ٹھیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ (مسلم مع شرح نووی ص ۶۶)

حقیقت تو یہ ہے کہ اصلاحی صاحب کی دروغ گوئی کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد مزید  
کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم اقتباس سڑ کے بارے میں کچھ عرض کئے دیتے  
ہیں۔ خاشاک میں، اصلاحی صاحب نے جو کچھ کہا ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو  
عہدِ نبوتؐ کے کوئی پاکیزہ کردار کے قائل ہیں، نہ حضراتِ صحابہؓ کے بارے میں ادب و احترام  
کے تقاضوں سے کچھ آشنا ہیں۔ یہ کہنا کتنی گستاخی ہے کہ عہدِ رسالت کے پاکیزہ ماحول میں  
بھی چکلوں کا کاروبار چلتا رہا۔ کبریت کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ !

اس بات کا کوئی ثبوت نہ تو ذخیرہ روایات سے ملتا ہے نہ تاریخِ اسلام سے۔ یہ محض  
اور محض اصلاحی صاحب کے ذہن کی اختراع ہے۔ دینی کتب میں ایک روایت بھی ایسی نہیں  
ملتی کہ خیر القردن میں فلاں شخص بد چلی کا عادی مجرم تھا اور تنبیہ کے باوجود وہ باز نہیں آیا۔  
بالآخر اسلامی حد نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہاں تفصیل کی گنجائش تو نہیں ہے، اجمالاً ہم عرض  
کئے دیتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں جو بھی دُچارِ واقعاتِ جرم کے پیش آئے ہیں وہ اتفاقی جرائم  
کے نتیجہ میں پیش آئے۔ اسی زیرِ نظر واقعہ کو دیکھتے، غامدیر کے بارے میں کہیں ایک لفظ بھی  
ایسا نہیں ملتا کہ وہ کوئی عادی، بد چلن اور فاحشہ عورت تھی بلکہ اس کے برعکس اتفاقاً اُس سے  
جرم سرزد ہو گیا جس کے بعد وہ انتہائی نادم ہوئی کوئی دوسرا اسے پکڑ کر نہیں لایا۔ وہ خود  
ہی طہرِ زنی (مجھے پاک کیجئے) کا درخواست لے کر بارگاہِ نبوتؐ میں حاضر ہوئی، جیسا  
کہ تاریخِ حضرتِ ماعزؓ کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ندامت اور خواستگاری خُش کے  
دینی جذبات جو انہیں کہیں کہیں حضورؐ کے دامنِ عضو میں پناہ جونی کیلئے لے آئے تھے۔ وہی پاکیزہ اور معصوم  
جذبات یہاں بھی کار فرما ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ غامدیر پر حد قائم ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ  
علیہ وسلم بنفس نفیس جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔ غیرتِ اسلامی کے پیکر جناب

خادق اعظم عرض گزار ہوئے، حضور! اس نے تو زنا کا ارتکاب کیا تھا اور آپ اس کی نماز جنازہ ادا فرمائیے ہیں؟ روف وحیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”وہ تو اس درجہ کی توبہ کر چکی ہے کہ اگر اُسے اہل مدینہ میں سے ستر آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی اور اس سے بڑھ کر ادا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی جان پر کیل گئی (مسند ابوداؤد وغیرہ) اور مسند احمد میں تو یہاں تک موجود ہے۔

لو قسم اجرہا بیت  
اہل الحجاز وسعہم  
(مسند احمد، ص: ۳۰، ج: ۵)

ہم نے تو اس بات کے مدعی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام معصوم تھے، نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُن سے غلطیاں سرزد نہیں ہوئی تھیں، ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ اگر کسی شرعی مصلحت کے پیش نظر کسی صحابی کی کسی لغزش کا ذکر کرنا بھی ہو تو مقام صحابیت کا ادب ہر حال میں ملحوظ رہے۔ روایت حدیث پوری پوری بیان کی جائے اور احادیث میں مجرم کے ساتھ اسکی صفائی یا توبہ کے متعلق جو کچھ منقول ہو، اس کو بھی لازماً ذکر کر دیا جائے تاکہ حضرات صحابہ کے بارے میں قارئین یا سامعین کا عمومی تاثر مجروح نہ ہو۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اگر سو فیصد یا بے اعتمادی پیدا ہو جائے تو خود دینی مآخذ سے بے اعتمادی پیدا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

آخر میں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نقل کر کے اپنی گزارشات کو ختم کرتے ہیں:

لا تنظروا في  
ذنوب الناس  
كانكم ارباب  
وانظروا في  
ذنوبكم كانكم عبيد۔

تم لوگوں کے گناہوں کو اس طرح نہ  
دیکھو کہ گویا تم اُن کے آقا ہو اور وہ  
تمہارے غلام ہیں۔ اور اپنے گناہوں  
کو اس انداز سے دیکھو کہ تم غلام ہو  
(اور اپنے آقا کے سامنے جواب دہ)



، مقام صحابہؓ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں !  
 إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا وَأَصْنَاءًا دَسِيئًا فِي قَوْمٍ يُبْتَلَوْنَ  
 وَلَيَنْتَقِصَنَّ مِنْهُمْ فَلَاحُ تَجَارِبُهُمْ وَلَا تَشَارِبُهُمْ وَلَا تَوَاجُلُهُمْ وَلَا  
 تَلَاكُفُهُمْ (مرقاۃ المفاتیح)

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے ساتھیوں اور دو گاموں  
 کو چن لیا۔ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو انہیں برا بھلا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے  
 تو تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ تو اٹھ بیٹھ رکھو، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا رکھو اور  
 نہ ان سے رشتے بنانے کرو۔

مَا رَأَى كَرِهُ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا (جامع صغیر)  
 ترجمہ، جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو تم اپنی زبانوں کو روک لو۔  
 مَا رَأَى شِرَارًا أُمِّحَ أَجْوُوهُ عَلَى أَصْحَابِي (مرقاۃ المفاتیح و کنوز الخاقانی)  
 ترجمہ، میری امت کے بدترین لوگ وہ ہوں گے جو میرے اصحاب کے بارگاہ میں نہ ہوں گے۔

### مناقب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-  
 مَا بَعَثَ نَبِيٌّ رَفِيقًا وَدَفِيقًا بَيْنِي فِي الْجَنَّةِ عُمَانُ (رمزی شریف)  
 ترجمہ :- ہر نبی کا ایک رفیق خاص ہو گا اور میرے رفیق خاص یعنی بہشت  
 میں عثمان ہوں گے۔

مَا أَسْتَجَبِي مِنْ رَجُلٍ تَشَجَّيْتُ مِنْهُ الْهَلَاكَةُ (مسلم شریف)  
 ترجمہ :- کیا میں اُس شخص کا لحاظ نہ کروں جس سے فرشتے شرماتے ہوں۔  
 مَا يَأْمُرُكَ اللَّهُ يَفْقَهُكَ قَبِيصًا، فَإِنْ أَرَادَ لَكَ



الْعَنَافِصُونَ أَنْ تَخْلَعَهُ، فَلَا تَخْلَعَهُ لَهُمْ (ترمذی شریف)  
ترجمہ: اے عثمان! شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ایک لباس پہنائیں گے پھر  
اگر منافق پتا ہیں کہ تم وہ لباس اتار دو، تو تم اُن کی وجہ سے نہ اتارنا۔

## شانِ صحابہؓ اور علماء اُمتؓ

امام مسلمؒ کے استاد امام ابو زرہ رازی فرماتے ہیں!  
اِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ زَنْدِيقٌ، وَذَلِكَ إِنْ الرَّسُولَ حَقَّ وَالْقُرْآنَ  
حَقًّا، وَمَا جَاءَ بِهِ حَقًّا، وَإِنَّمَا ذِي الْمِيزَانِ ذَلِكَ كُلُّهُ الصَّحَابَةُ، وَهُوَ  
يُرِيدُونَ أَنْ يَجْرَحُوا نَبِيَّكُمْ دِنًا لِيَبْطُلُوا الْكِتَابَ وَالْمَنْتَ، وَالْجَرَحَ بِهَوِّ  
اَوْحَى، وَهُوَ زَنْدَقَةٌ (اصحابہ ابن حجر مغلانی، بحوالہ کفایہ خطیب بغدادی)

ترجمہ :- جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
اصحاب میں سے کسی کی شان گھٹاتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق یعنی بے دین ہے  
اس لئے کہ رسول پاک برحق ہیں قرآن مجید برحق ہے، حضور جو کچھ دین لے  
آئے وہ برحق ہے۔ اور یہ سب کچھ ہم تک صحابہؓ کے ذریعے سے پہنچا۔ یہ لوگ ہمارے  
گواہوں کو باطل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ کتاب و سنت کو باطل کریں تو اُن کو  
مجرد حقدار دینا بہتر ہے جب کہ یہ لوگ زندیق اور بے دین ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نادر گار  
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

# کلید مثنوی

ارز : حکیم الامت مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے  
دلچسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی وقت  
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندہ تک پہنچ جاتی ہے۔  
حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام  
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس معتبر اور  
شریعت طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو حل کر موالی اور کوئی شرح  
نہیں لکھی گئی۔ یہ عظیم شرح خوبصورت ۲۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے  
ساتھ از صفات پرش قیمت کل سیٹ ۱۸۹۰ روپے

40501

ناشر :

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان